دینی اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

Baitussalam.org | Baitussalam_org | Baitussalam_org | +9221-111-298-111

ماہنامہ فہمِ دین

جلد 07 / شمارہ 10 / مئی 2018

40 YEARS
of elegance
AJ
ARABIAN JEWELLERS
A DREAM COME TRUE
SINCE 1978
+92 21 3567 5525
+92 21 3521 5251
+92 32 1277 5525
www.arabianjewellers.com
arabianjeweller@gmail.com
Arabianjewellers
Arabianjewellers
Arabianjewellers

زیرِ سرپرستی
عبدالستار

فہم و فکر

اسلام پاکستان اور رمضان	مدیر کے قلم سے	04

اصلاحی سلسلہ

فہم قرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	05
فہم حدیث	مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ	06
آئینہ زندگی	حضرت مولانا عبد الستار حفظہ اللہ	08

مضامین

سنت کے راستے	محمد کاشف تبسم	10
حضرت احنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ	حذیفہ رفیق	12
وقت	صبا یونس قریشی	14
مطالعہ کی اہمیت	ضیا حسین ولی	16
شیرِ میسور ٹیپو سلطان	طارق محمود	18
مسائل پوچھیں اور سیکھیں	مفتی محمد توحید	20
حقیقی خیر خواہی	سعد صفطین	22
باورچی خانہ اور ہماری صحت	حکیم شمیم احمد	24

خواتینِ اسلام

چھوٹا سا پودا	مسرت مظہر	26
ماواں ٹھنڈیاں چھاواں	روبینہ قدیر	28
ماحول کی برکت	بنتِ گوہر	29
باپ کا بیٹی کے نام خط	محمد دانش	30
سحر	وزیہ ظفر	32

باغیچۂ اطفال

سفید دانت	فوزیہ خلیل	36
حمزہ کی ناؤ	ڈاکٹر الماس روحی	37
ننھے ادیب		39
جنگل کہانی	قرۃ العین ہاشمی	40
انعامات ہی انعامات		42

بزمِ ادب

موجِ تبسم	ابنِ تبسم	43
محنت کی عظمت	ہما عظمی	44
جمعہ مبارک	جوہر عباد	45
حسن نعمت	جنید حسن	45
بچوں کے فن پارے		47
گلدستہ		48

اخبار السلام

خبر نامہ	ادارہ	50

دینی اخلاق اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ
فہم دین
کراچی

مئی 2018ء

مدیر	محمد خرم شہزاد
نائب مدیر	محمد کاشف تبسم
ناظم	خالد عبدالرشید
کمپوزنگ	مظفر یعقوب
نظرثانی	طارق محمود
تزئین و آرائش	نوید فرید

آراء و تجاویز کے لیے
0304-0125750 | 0333-4573885

ڈاک سے متعلق امور کے لیے
0323-3229313 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے
0314-2981344
marketing@fahmedeen.org

خط و کتابت اور بذریعہ منی آرڈر رسالہ کے اجراء کے لیے
26-C گراؤنڈ فلور بن سیٹ کمرشل اسٹریٹ نمبر 2، خیابان جامی، بالمقابل بیت السلام مسجد ڈیفنس فیز 4 کراچی

زرِ تعاون

فی شمارہ:	40 روپے
اندرون کراچی سالانہ (بذریعہ کوریئر):	520 روپے
بیرون کراچی سالانہ (بذریعہ رجسٹری):	520 روپے
بیرون ملک بدل اشتراک	35 ڈالر

ناشر	مطبع	مقام اشاعت
فیصل زبیر	واسا پرنٹر	دفتر فہم دین

اسلام پاکستان اور رمضان

مدیر کے قلم سے

اسلام اور اسلام کے نام پر حاصل ہونے والی مملکتِ خداداد قدرت کا انمول عطیہ ہے‘ اس وقت تمام مذاہب میں اسلام ہی وہ مذہب ہے جو چہار دانگِ عالم میں اس کو مٹانے اور بجھانے کی تمام ترکاوشوں کے باوجود سرعت اور تیزی سے پوری دنیا میں پھیل رہا ہے اور اسلامی ممالک بلکہ دنیا بھر کے تمام ممالک میں پاکستان ہی وہ ملک ہے جو ہر قسم کے قدرتی وسائل سے مالامال ہے‘ بلاشبہ بہت سارے ممالک ان قدرتی وسائل سے استفادہ کرنے میں پاکستان سے بہت آگے بڑھے ہوئے ہیں‘ کسی کو تیل کی دولت نے ترقی یافتہ ممالک کی صف میں لا کھڑا کیا ہے تو کسی کو کسی اور قدرت کے عطیہ نے‘ لیکن ہر ملک کے پاس تمام کے تمام انعاماتِ خداوندی نہیں ہیں‘ کوئی ملک اگر گرم پانی کے چشموں سے محروم ہے تو کسی کے پاس پہاڑوں کی نعمت موجود نہیں ہے‘ کسی کے پاس جنگلات کی قیمتی دولت نہیں ہے تو کوئی زراعت کی دولت سے محروم ہے‘ اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اگر کسی ملک کے پاس تمام قدرتی وسائل موجود ہیں اور اس کے لیے ان سے استفادہ کرنا بھی ممکن ہے لیکن اس کے پاس افرادی قوت نہیں ہے‘ جنہیں دن رات استعمال کر کے وہ ان ذرائع تک پہنچ سکے۔

لیکن جب آپ اس خطہ کا بغور جائزہ لیں جسے دنیا پاکستان کے نام سے جانتی ہے تو قدرت کا عجیب کرشمہ اور انعام ہے کہ جس قسم کی معدنی دولت گنی جاسکتی ہے یا سوچی جاسکتی ہے وہ اس خطے میں پائی جاتی ہے‘ یہاں پہاڑوں کے طویل سلسلے بھی موجود ہیں‘ جن میں بے آب وگیاہ چٹیل پہاڑ بھی ہیں‘ اور مری کے سرسبز وشاداب پہاڑ بھی ہیں اور برف پوش چوٹیاں بھی ہیں‘ یہاں جنگلات کی بھی کمی نہیں ہے‘ جہاں جنگلی حیات پائی جاتی ہے‘ ہر قسم کی لکڑی اور کوئلہ وافر مقدار میں مہیا ہو جاتا ہے اور موسم پر بھی یہ جنگلات بہت اثر انداز ہوتے ہیں۔

یہاں ساحلِ سمندر کی بھی ایک لمبی پٹی دور تک سرحد کے ساتھ ساتھ چلی جاتی ہے‘ جس سے عالمی تجارت میں بہت معاونت ملتی ہے‘ اور یہ سمندر بھی گرم پانی کے ہیں جہاں سے سدابہار پورا سال بغیر کسی رکاوٹ سے امپورٹ ایکسپورٹ کا کام کیا جاسکتا ہے‘ اسی طرح دریاؤں اور نہروں کا ایسا بہترین نظام ہے جو دنیا کے کسی ملک میں نہیں پایا جاتا اور پانی اتنی وافر مقدار میں ہے کہ نہروں اور دریاؤں سے چھلک چھلک کر باہر آرہا ہے‘ اگر اسے محفوظ کرنے کا انتظام ہو جائے تو پاکستان کا چپہ چپہ پر لہلہاتی فصلیں نظر آنے لگیں۔ قدرت کا ایک انمول تحفہ یہ ہے کہ پاکستان میں ایک سال میں چاروں موسم آتے ہیں‘ جس کی وجہ سے اس سرزمین پر ہر موسم کا اور ہر طرح کا پھل پایا جاتا ہے اور ایسے لذیذ کہ پوری دنیا کے پھلوں میں ایسا ذائقہ اور لذت نہیں پائی جاتی حتی کہ یہاں کے پھلوں کی ڈیمانڈ پوری دنیا میں ہے اور بہت مہنگے داموں فروخت ہوتے ہیں۔

اسلام کا معاملہ دیکھیں تو تقریباً تمام اسلامی ریاستوں میں وہ حکومت کا باج گزار بنا ہوا ہے‘ نہ مدارس میں اسلام کی روح باقی ہے‘ نہ مساجد میں جانے کی ہر جگہ ہر ایک کو اجازت ہے‘ نہ شعائرِ اسلام محفوظ ہیں‘ منبر ومحراب بھی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہیں اور دینی شغف رکھنے والے حلقۂ احباب کی زبانوں پر بھی تالے لگے ہوئے ہیں‘ ملوکیت کے اس دور میں پاکستان اسلام کا وہ ٹمٹماتا چراغ ہے جہاں ہر گلی اور ہر محلے میں صحیح دین سیکھنے کے مراکز ملتے ہیں‘ جہاں مسجد ومنبر سے صدائے حق بغیر کسی روک ٹوک کے ہوتی ہے‘ بچپن میں نورانی قاعدہ پڑھانے سے لے کر زندگی کے آخری مراحل تک دین سیکھنے کے مکمل مواقع موجود ہیں‘ اسی لیے پوری دنیا سے لوگ دین سیکھنے کے لیے پاکستان کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

ہمیں اللہ کی عطا کردہ ان نعمتوں (قدرتی‘ افرادی اور روحانی وسائل) کی قدر کرنی چاہیے‘ یہ پاکستان بھی نعمتِ خداوندی ہے اور اس کے رگ وپے میں اسلام کا موجود ہونا اس سے بھی بڑی اللہ کی نعمت ہے‘ یہی پاکستان کی صحیح شناخت ہے‘ اور اسی سے دُنیا پاکستان کو پہچانتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے ان دونوں سہاروں اسلام اور پاکستان سے والہانہ محبت عطا فرمائے اور دشمنوں کے سازشوں سے انہیں اپنی حفاظت میں رکھے۔ آمین!

سامعینِ گرامی! اسلام تو سراپا نعمت ہی نعمت ہے‘ پھر دین پر عمل کرنے کے لیے پاکستان جیسی آزاد فضا بھی ہو تو ایسے میں قدرت کا ایک اور انعام‘ جو کئی انعامات اور رحمتوں کا مجموعہ ہے‘ رمضان المبارک کی شکل میں آن پہنچے تو پھر نعمت در نعمت کے شکرانے کی ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے‘ وہ یہ کہ آدمی سر جھکا کر سراپا اطاعت بن کر گرمی اور بھوک کے بہانوں کو بھول کر اس مقدس فریضے کی ادائیگی کے لیے تیار ہو جائے۔ کاش کہ ہمارا شمار بھی اُن خوش نصیبوں میں ہو جائے‘ جو اب کی بار تیس روزے رکھ کر اور تراویح میں پورا قرآن سن کر ان نعمتوں کا شکر ادا کرنے اور ربِ رحمان کو راضی کرنے والا بن جائے۔ ”ماہ نامہ فہمِ دین“ ہر بار کی طرح اب کی بار بھی ”رمضان المبارک۔۔۔ خصوصی اشاعت“ کے ذریعے آپ کا معاون بننے کی کوشش کرے گا۔ آپ نے کیا کرنا ہے؟ صرف دو کام! ایک یہ کہ رمضان المبارک کے استقبال کے لیے اپنے آپ کو تیار کر لیں اور دوسرا یہ کہ اگلا شمارہ اپنے لیے اور اپنے پیاروں کے لیے ابھی سے بُک کروالیں۔ والسلام

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

فہمِ قرآن

آلِ عمران: 93-95

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ إِسْرَآءِيلَ إِلَّا
مَا حَرَّمَ إِسْرَآءِيلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ أَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ
قُلْ فَأْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ إِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ 93

ترجمہ: تورات کے نازل ہونے سے پہلے کھانے کی تمام چیزیں (جو مسلمانوں کے لیے حلال ہیں) بنی اسرائیل کے لیے (بھی) حلال تھیں' سوائے اس چیز کے' جو اسرائیل (یعنی یعقوب علیہ السلام) نے اپنے اوپر حرام کرلی تھی۔ 93

فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ
فَأُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ 94

ترجمہ: (اے پیغمبر! یہودیوں سے) کہہ دو کہ: "اگر تم سچے ہو' تو تورات لے کر آؤ اور اس کی تلاوت کرو۔" 94

تشریح نمبر 2: بعض یہودیوں نے مسلمانوں پر یہ اعتراض کیا تھا کہ آپ یہ دعوی کرتے ہیں کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پیروکار ہیں' حالاں کہ آپ اونٹ کا گوشت کھاتے ہیں' جو تورات کی رُو سے حرام ہے۔ ان آیات میں اس اعتراض کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اونٹ کا گوشت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین میں حرام نہیں تھا' بل کہ تورات نازل ہونے سے پہلے بنی اسرائیل کے لیے بھی وہ سب چیزیں حلال تھیں' جو آج مسلمانوں کے لیے حلال ہیں۔ ہوا یہ تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے اونٹ کا گوشت اپنے اوپر حرام کرلیا تھا' جس کی وجہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے یہ بتائی ہے کہ ان کو عرق النّسا کی بیماری تھی اور انھوں نے یہ نذر مانی تھی کہ اگر مجھے اس بیماری سے شفا ہوگئی' تو میں اپنے کھانے کی سب سے پسندیدہ چیز چھوڑ دوں گا' انھیں اونٹ کا گوشت سب سے زیادہ پسند تھا' اس لیے شفا حاصل ہونے پر' انھوں نے اسے چھوڑ دیا۔ (روح المعانی بحوالہ مستدرک حاکم بسند صحیح)

اب قرآنِ کریم نے یہاں صریح الفاظ میں یہ بات نہیں کہ آیا اس کے بعد یہ گوشت بنی اسرائیل پر بھی حرام کردیا گیا تھا یا نہیں' لیکن سورۂ نساء (4:160) میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ بنی اسرائیل کی نافرمانیوں کی وجہ سے ان پر بہت سی اچھی چیزیں بھی حرام کردی گئی تھیں اور اسی سورت کی آیت نمبر 50 میں گذرچکا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا تھا کہ "اور جو کتاب مجھ سے پہلے آچکی ہے' (یعنی تورات) میں اس کی تصدیق کرنے والا ہوں اور (اس لیے بھیجا گیا ہوں) تاکہ کچھ چیزیں جو تم پر حرام کردی گئی تھیں' اب تمہارے لیے حلال کردوں۔" نیز یہاں "تورات نازل ہونے سے پہلے" کے الفاظ بھی یہ بتارہے ہیں کہ اُونٹ کا گوشت شاید تورات نازل ہونے کے بعد ان پر حرام کردیا گیا تھا۔

اب جو چیلنج ان کو دیا گیا ہے کہ "اگر تم سچے ہو تو تورات لے کر آؤ اور اس کی تلاوت کرو۔" اس کا مطلب ہے کہ تورات میں یہ کہیں مذکور نہیں ہے کہ اونٹ کا گوشت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے حرام چلا آتا ہے' اس کے برعکس یہ حکم صرف بنی اسرائیل کو دیا گیا تھا' چناں چہ اب بھی بائبل کی کتاب احبار میں جو یہودیوں اور عیسائیوں کی نظر میں تورات کا ایک حصہ ہے' اونٹ کی حُرمت بنی اسرائیل ہی کے لیے بیان ہوئی ہے: "تم بنی اسرائیل سے کہو کہ ... تم اِن جانوروں کو نہ کھانا (یعنی اونٹ کو) ...سو وہ تمہارے لیے ناپاک ہے۔" (احبار 1-11:4) خلاصہ یہ کہ اونٹ کا گوشت اصلاً حلال ہے' مگر حضرت یعقوب علیہ السلام کے لیے' ان کی نذر کی وجہ سے اور بنی اسرائیل کے لیے' ان کی نافرمانیوں کی بنا پر حرام کیا گیا تھا۔ اب امّتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا السلام) میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے کا اصل حکم لوٹ آیا ہے۔

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ إِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ 95

ترجمہ: آپ کہیے کہ اللہ نے سچ کہا ہے' لہٰذا تم ابراہیمؑ کے دین کا اتّباع کرو' جو پوری طرح سیدھے راستے پر تھے اور ان لوگوں میں سے نہیں تھے' جو اللہ کی خدائی میں کسی کو شریک مانتے ہیں۔ 95

فہمِ حدیث

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

دعا کا مقام اور اس کی عظمت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَّمْ یَسْأَلِ اللّٰهَ یَغْضَبْ عَلَیْهِ

ترجمہ... حضرت ابوہرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”جو اللہ سے نہ مانگے‘ اس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔“ (جامع ترمذی) تشریح نمبر1 ...دنیا میں کوئی نہیں ہے‘ جو سوال نہ کرنے سے ناراض ہوتا ہو۔ماں باپ تک کا یہ حال ہوتا ہے کہ اگر بچہ ہر وقت مانگے اور سوال کرے تو وہ بھی چِڑ جاتے ہیں‘لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس حدیث نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ ایسا رحیم ‘کریم اور بندوں پر اتنا مہربان ہے کہ جو بندہ اس سے نہ مانگے ‘ وہ اس سے ناراض ہوتا ہے اور مانگنے پر اسے پیار آتا ہے۔اوپر حدیث گزر چکی ہے کہ اللہ کی نگاہ میں بندے کا سب سے عزیز اور قیمتی عمل دعا اور سوال ہے۔

لَكَ الْحَمْدُ یَارَبَّ الْعٰلَمِیْنَ وَیَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ...!!

عَنِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم سَلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ فَاِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ اَنْ یُّسْأَلَ وَاَفْضَلُ الْعِبَادَةِ اِنْتِظَارُ الْفَرَجِ

ترجمہ... حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”اللہ سے اس کا فضل مانگو‘ (یعنی دعا کرو کہ وہ فضل و کرم فرمائے) کیوں کہ اللہ کو یہ بات محبوب ہے کہ اس کے بندے اس سے دعا کریں اور مانگیں۔“اور فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ کے کرم سے اُمید رکھتے ہوئے‘ اس بات کا انتظار کرنا کہ وہ بلا اور پریشانی کو اپنے کرم سے دور فرمائے گا۔یہ اعلیٰ درجہ کی عبادت ہے۔(کیوں کہ اس میں عاجزانہ اور سائلانہ طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ ہے)۔(جامع ترمذی)

عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم

مَنْ فُتِحَ لَهٗ مِنْكُمْ بَابُ الدُّعَاءِ فُتِحَتْ لَهٗ اَبْوَابُ الرَّحْمَةِ

وَمَا سُئِلَ اللّٰهُ شَیْئًا یَعْنِیْ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ اَنْ یُّسْأَلَ الْعَافِیَةَ

ترجمہ... حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ”تم میں سے ‘جس کے لیے دعا کا دروازہ کھل گیا‘ اس کے لیے رحمت کے دروازے کھل گئے اور اللہ کو سوالوں اور دعاؤں میں سب سے زیادہ محبوب یہ ہے کہ بندے اس سے عافیت کی دعا کریں‘ یعنی کوئی دعا اللہ تعالیٰ کو اس سے زیادہ محبوب نہیں۔(جامع ترمذی)

تشریح نمبر3...عافیت کا مطلب ہے تمام دنیوی و اُخروی اور ظاہری و باطنی آفات اور بلیات سے سلامتی اور تحفظ ‘تو جو شخص اللہ سے عافیت کی دعا مانگتا ہے ‘وہ بَرملا اس بات کا اعتراف اور اظہار کرتا ہے کہ اللہ کی حفاظت اور کرم کے بغیر وہ زندہ اور سلامت بھی نہیں رہ سکتا اور کسی چھوٹی یا بڑی مصیبت اور تکلیف سے اپنے کو نہیں بچا سکتا۔پس! ایسی دعا اپنی کامل عاجزی و بے بسی اور سراپا محتاجی کا مظاہرہ ہے اور یہی کمالِ عبدیت ہے‘ اسی لیے عافیت کی دعا اللہ تعالیٰ کو سب دعاؤں سے زیادہ محبوب ہے۔دوسری بات حدیث میں یہ فرمائی گئی ہے کہ جس کے لیے دعا کا دروازہ کھل گیا‘ یعنی جس کو دعا کی حقیقت نصیب ہو گئی اور اللہ سے مانگنا آگیا اس کے لیے رحمتِ الٰہی کے دروازے کھل گئے۔دعا دراصل ان دعائیہ الفاظ کا نام نہیں ہے‘ جو زبان سے ادا ہوتے ہیں‘ ان الفاظ کو تو زیادہ سے زیادہ دعا کا لباس یا قالب کہا جا سکتا ہے۔دعا کی حقیقت انسان کے قلب اور اس کی روح کی طلب اور تڑپ ہے اور حدیثِ پاک میں اس کی کیفیت کے نصیب ہونے ہی کو بابِ دعا کے کھل جانے سے تعبیر کیا گیا ہے اور جب بندے کو وہ نصیب ہو جائے تو اس کے لیے رحمت کے دروازے کھل ہی جاتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نصیب فرمائے۔

Shangrila®
THE FOOD EXPERTS!
چٹپٹی Saucy بچت
شنگریلا لایا مزیدار آفر، گرین چلی سوس کا روایتی ذائقہ اور املی جنجر سوس کا چٹخارہ۔
1kg ٹماٹو کیچپ کے ساتھ 100gm گرین چلی سوس اور 100gm املی جنجر سوس بالکل مفت حاصل کریں۔
Shangrila
ٹماٹو کیچپ
TOMATO KETCHUP
ECONOMY PACK
1Kg
Shangrila
IMLI GINGER SAUC
FREE
2x100gm Sachet
Shangrila
GREEN CHILLI SAUCE
100g
www.shangrila.com.pk
ShangrilaPakistan

رمضان رحمت کا شامیانہ

حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ

اللہ کا بندوں سے تقاضا: اللہ کے نبی ﷺ ایک دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہوئے اور فرمایا: رمضان آگیا ہے، جو بڑی برکتوں والا مہینہ ہے، جس میں اللہ رب العزت تمہاری طرف توجہ فرماتے ہیں اور اپنی رحمت خاصہ نازل فرماتے ہیں۔ گناہوں کو معاف فرماتے ہیں، دعاؤں کو قبول فرماتے ہیں۔ تمہیں، نیکیوں میں ایک دوسرے سے آگے بڑھتا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں اور ملائکہ سے فخر کرتے ہیں۔ تم اللہ رب العزت کو نیکی دکھاؤ، وہ شخص بڑا ہی بدنصیب ہے، جو رمضان کے مہینے میں بھی اللہ کی رحمت سے محروم رہے۔ رمضان قریب آنے پر اللہ کے حبیب ﷺ نے رمضان کی اہمیت عظمت کی خاطر یہ ارشادات فرمائے کہ رمضان بڑی برکتوں والا مہینہ ہے۔ اللہ کی خاص رحمت متوجہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالی اس رمضان میں معافی کے بہانے ڈھونڈتے ہیں۔ قبولیت کی خاص گھڑیاں مقرر کر رکھی ہیں۔ دینے کے خاص بہانے بنا رکھے ہیں، تم دکھاؤ کہ کون کس سے نیکیوں میں آگے بڑھتا ہے اور اللہ اپنے نیک بندوں کے لیے ملائکہ سے فخر کرتے ہیں کہ دیکھو یہ میرا بندہ ہے، میری خاطر راتوں کو کھڑا ہے۔ دن میں کھانے پینے سے دور ہے۔

انسانی مشین کی سروس: جس مہینے میں رب کی رحمت بارش کے قطروں سے بھی زیادہ برس رہی ہے۔ اللہ بہانوں سے جھولی بھر بھر کر نواز رہے ہیں، بڑا ہی بدبخت ہے اور بڑا ہی بدنصیب ہے وہ شخص جو رمضان کے اندر بھی اللہ کی اس رحمت سے محروم رہے، رمضان اللہ کی رحمت کا خصوصی انعام ہے، خصوصی انعام ہے، امت مسلمہ کے لیے، اس کی زندگی غفلتوں سے خطاؤں سے آلودہ ہو جاتی ہے، اللہ نے اپنی رحمت کا ایک خاص مہینہ عطا فرمایا کہ پھر نئے سرے سے اس کی زندگی صاف ستھری ہو جائے، جیسے گاڑی جب خراب ہو جائے یا پرانی ہو جائے اور کافی عرصہ سروس کے بغیر گزر جائے، تو گاڑی کی حالت اچھی نہیں رہتی، آوازیں آنے لگتی ہیں، ایسے میں کچھ دنوں کے لیے اسے گیرج میں رکھ دیا جاتا ہے، پھر سروس کے بعد جب نکالتے ہیں تو ایسا لگتا ہے جیسے بالکل نئی ہو گئی ہو، کیوں گیرج میں رہنے سے اس کی سروس جو ہو جاتی ہے۔

نصیبے کی بات ہے: گیارہ مہینے یہ دنیا اور اس کی رنگینی اپنی طرف کھینچ رہی ہوتی ہے، آدمی غفلت میں پڑ جاتا ہے، بھول ہی جاتا ہے، دنیا میں کیوں آیا ہے، کیا کرنا ہے، کہاں جانا ہے، چوبیس گھنٹے نہیں، ہفتے نہیں، مہینے گزر جاتے ہیں، اس قدر غفلت ہوتی ہے، نہ آنے کا مقصد پتا نہ جینے کا مقصد پتا، نہ جانے کی منزل پتا، لیکن اللہ تعالی بہت کریم ہے، بہت ہی مہربان ہے تو یہ رحمت خاصہ والا مہینہ، جس میں اللہ کی رحمت کا شامیانہ تن جاتا ہے، کم ہمت والا بھی، صرف ارادہ کرنے والا بھی، اسے بھی اللہ اپنی رحمت سے اپنے دربار میں کھینچ لیتا ہے اور یہ منظر ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ جن کے لیے عام دنوں میں مسجد میں آنا مشکل ہے، وہی لوگ دن بھر روزہ رکھ کر اپنے معمول کے کام انجام دینے کے باوجود رات کو بیس رکعتیں آسانی اور سہولت سے پڑھ لیتے ہیں۔ پارے، سوا پارے، ڈیڑھ پارے کی منزل پورے ذوق شوق سے سن رہے ہوتے ہیں۔ جن کے لیے فجر میں اٹھنا مشکل ہوتا ہے ان کے بھی نصیب جاگ اٹھتے ہیں، سحری میں کھڑے ہو کر اللہ کے سامنے تہجد اور قیام کر رہے ہوتے

ہیں۔ مہینے گزر جاتے ہیں، جن کے ہاتھ نہیں اٹھتے، وہ رات کی تاریکی میں بھی اور افطار کے وقت بھی اپنے اللہ کے سامنے منگتا بن کے بیٹھے ہوتے اور اپنی جھولیاں بھر رہے ہوتے ہیں۔ جن کے لیے پورے گیارہ مہینے قرآن کھولنا مشکل ہوتا ہے، ان کے بھی اقبال بلند ہونے لگتے ہیں کہ ایک ہی رمضان میں کئی کئی قرآن ختم کر دیتے ہیں۔

کایا پلٹ جاتی ہے: یہ اللہ کی رحمت کا شامیانہ جو تنا ہوا ہے، کم زور آدمی بھی، کم ہمت بھی، کم حوصلے والا بھی، اسے بھی اللہ کی رحمت اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ کہاں یہ غفلت کی زندگی؟ اور کہاں اسے یہ انتہائی مبارک ماحول مل جاتا ہے اور کتنے ہی خوش نصیب ہوتے ہیں جو اس مبارک مہینے کی رحمت سے خوب فائدہ اٹھاتے ہیں، ان کی زندگی کی کایا ہی پلٹ جاتی ہے۔ ان کی زندگی کا مقصد ہی بدل جاتا ہے۔ آج تک بھولے بیٹھے تھے کیوں جی رہے ہیں، کہاں جانا ہے؟ رمضان کی برکت سے اسے قدر کی غنیمت سمجھا، زندگی کی کایا ہی پلٹ گئی، رخ ہی بدل گیا۔ کئی ایک ایسے ہوتے ہیں، جنھیں رمضان کے مہینے میں ولایت کا مرتبہ ملتا ہے، سچی توبہ کی توفیق مل جاتی ہے، بھولا بھٹکا پھر اپنے رب کا سچا وفادار بندہ بن جاتا ہے۔ دس، بیس، سو پچاس نہیں ہزاروں لاکھوں انسانوں کی زندگیاں رمضان میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔

رمضان کا احترام: ایک زمانہ تھا جب مسلمان معاشرے میں رمضان کا بہت اہتمام ہوا کرتا تھا، بلکہ مسلمانوں کے اس بے مثال احترام کے پیشِ نظر کافروں کی بھی یہ ہمت نہیں ہوتی تھی کہ رمضان میں مسلمانوں کے سامنے کچھ کھائیں پئیں۔ ان کا بھی حوصلہ نہیں تھا کہ رمضان کی بے حرمتی کریں۔ مسلمانوں میں جو لوگ معذور ہوتے تھے، شرعی عذر ہوتا تھا روزہ نہ رکھنے کی شریعت نے انھیں اجازت دی ہوتی تھی وہ بھی کسی کو خبر نہیں ہونے دیتے تھے کہ ان کا روزہ نہیں ہے۔ چھوٹے چھوٹے معصوم بچے بھی مسلمان معاشرے میں روزہ رکھنے میں ایک دوسرے سے سبقت لیا کرتے تھے۔ بہت چھوٹے بچوں کو بھی مائیں اس طرح کھلایا پلایا کرتی تھیں کہ گھر کے لوگوں کو خبر ہی نہ ہوتی کہ اس بچے نے روزہ نہیں رکھا ہوا۔ روزے کا احترام رمضان کا احترام اس قدر مسلمانوں میں ہوتا تھا کہ ہر چیز تبدیل ہو جایا کرتی تھی، معمولات اور اوقات بدل جایا کرتے تھے۔

نفس پر سواری شہ سواری: سال کے گیارہ مہینے اس جسم کو سنوارنے میں لگ جاتے ہیں، اسے کیسے کھلانا پلانا ہے، کیسے رکھنا ہے، کس طرح اور کیسے خوب صورت بنانا ہے، کیسے صحت مند بنانا ہے، اس جسم کے تقاضے پورے کرنے میں گیارہ مہینے لگ جاتے ہیں۔ رمضان کی آمد اس لیے ہوتی ہے کہ جسم کا اندر کیسے سنوارنا ہے۔ آج زندگی میں توازن نہیں رہا۔ لوگ کہتے ہیں جذبات پے قابو نہیں رہا، غصے پر کنٹرول نہیں، زبان بے قابو ہو جاتی ہے، آنکھوں پہ اختیار نہیں۔ دراصل ان سب پر قابو پانا تو اندر کے انسان کا کام ہوتا تھا، جو ہر چیز کو کنٹرول کیا کرتا تھا۔ گھوڑا کتنا ہی زبردست ہو، اگر سوار کمزور ہو تو نہ صرف وہ خود خطرے میں ہوگا، بلکہ اس کی وجہ سے راستے میں آنے والا ہر شخص خطرے میں ہوگا، خود کو بھی کسی گڑھے میں گرا سکتا ہے گرائے گا، کسی دوسرے کو بھی نقصان پہنچانے والا بن سکتا ہے، اس لیے کہ اس سے لگام ہی نہیں پکڑی جا رہی، لیکن اگر سواری بھی شان دار ہو اور سوار کا بھی اس پر پورا پورا کنٹرول ہو، جتنی تیز چلنا چاہے، جہاں رکنا چاہے، جدھر مڑنا چاہے، کوئی مشکل نہیں تو اس کی شان ہی الگ ہوگی۔

اسی طرح انسان کا ظاہری جسم ایک سواری ہے، اگر اندر کا انسان کمزور ہے تو زندگی میں کبھی توازن آ ہی نہیں سکتا۔ ایسے شخص کا جذبات پہ قابو نہیں رہتا، زبان پر قابو نہیں ہوتا، آنکھیں بے قابو ہو جاتی ہیں، اعضا اور جوارح پر اختیار نہیں رہتا، قابو نہیں رکھ پاتا، گویا یہ سواری ہر ایک کے لیے موذی بنی ہوئی ہے، ایذا پہنچا رہی ہے۔ ہر ایک کو اس جسم سے تکلیف پہنچ رہی ہے اور جب اندر کا انسان طاقت ور ہوتا ہے، اسے غذا مل رہی ہوتی ہے تو ہر چیز قابو میں ہوتی ہے۔ کہاں دیکھنا ہے، کہاں نظریں جھکانی ہیں۔ کہاں بولنا ہے کہاں خاموش رہنا ہے۔ کیا کھانا ہے کیا نہیں کھانا۔ کدھر قدم اٹھانے ہیں، کدھر نہیں۔

مضبوط شہ سوار کی ایک مثال: حبیب ابن عمیر رحمۃ اللہ علیہ نوجوان تھے۔ عرب کا حسن اور عرب کی جوانی، ہڈیوں میں طاقت، خوب صورت جسم اور رگوں میں دوڑتا عرب خون، رومیوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے۔ تو روم کے سربراہ نے چاہا کہ اسے اسلام سے محروم کر دیں۔ پہلے ویسے بہلایا پھسلایا، پھر ڈرایا، جب نہ مانے تو قیدِ تنہائی میں ڈال دیا اور اپنی بیٹی یعنی شاہ روم کی شہ زادی کو ان کے پاس خلوت میں بھیج دیا۔ بادشاہ جانتا تھا کہ اگر یہ گندا ہو گیا تو ایمان بھی نہیں رہے گا، اگر اس کی جوانی داغ دار ہو گئی، خون گندا ہو گیا تو بھلا ایمان کہاں رہے گا! روم کا مکمل وہ بھی ایک شہزادی کی شکل میں اپنے تمام تر ناز و نخروں کے ساتھ حبیب کے قدموں میں بیٹھی تھی، لیکن نتیجہ کیا نکلا، تین دن بعد وہ لڑکی اپنے باپ سے کہنے لگی: "ابا! کہاں بھیجا تھا؟ کوئی پتھر ہے؟ کوئی دیوار ہے؟ کوئی لوہا ہے؟ نہ تو اس کی آنکھیں اٹھتی ہیں، نہ اس کے ہاتھ اٹھتے ہیں، نہ اس کے قدم اٹھتے ہیں، یہ کیا چیز ہے؟ غور کیجیے! ایک طرف روم کا حسن، ایک طرف عرب کی جوانی، دونوں طرف شباب بھی، جوانی بھی، حسن بھی اور خلوت بھی، نا کسی قانون کا ڈر نہ زمانے کی رسوائی، لیکن چوں کہ اندر کا شہ سوار مضبوط تھا، اندر کے شہسوار کو ایمانی غذا ملی ہوئی تھی اور جب اندر کی غذا صحیح ہو تو پھر آنکھیں نہیں اٹھتیں، پھر زبان حرام نہیں بولا کرتی، پھر ہاتھ حرام کی طرف نہیں بڑھتے، پھر پاؤں حرام کی طرف نہیں اٹھتے، اس لیے کہ اندر کا شہسوار مضبوط ہے، اسے پتا ہے اور اسے خود پر پورا کنٹرول ہوتا ہے کہ کہاں دیکھنا ہے کہاں نہیں دیکھنا۔ اپنی بیٹی ہے تو کس نظر سے دیکھنا ہے اور غیروں کی بیٹی ہے تو کیسے نظریں جھکانی ہیں۔ حلال رشتے ہیں تو کیسے میٹھے بول بولنے ہیں۔ اگر سامنے غیر محرم ہے تو زبان کو کیسے قابو میں رکھنا ہے؟ حلال ہے تو کیسے کمانا ہے؟ حرام ہے تو کیسے بچنا ہے؟ یہ تو اندر کی ایمانی طاقت ہی بچا سکتی ہے۔ گیارہ مہینے جسم کی غذا کا انتظام کیا، اس پر توجہ دی اب رمضان آ رہا ہے۔ اس مہینے میں اندر کے انسان کو صحت مند بنانا ہے۔

حلال قربان کرنا آسان، حرام چھوڑنا مشکل: "اگر کسی کا رمضان سلامتی سے گزر گیا تو سارا سال خود بھی سلامتی سے گزارے گا اور دوسرے بھی اس سے محفوظ رہیں گے، لیکن اگر خدانخواستہ رمضان میں بھی میری زبان سے دوسروں کو تکلیف ہوتی رہے، میرے اعضا و جوارح دوسروں کے لیے تکلیف کا باعث بنے تو یہ رمضان سلامتی کا نہیں گزرا، جن مسلمانوں کے دل میں ذرا بھی حیا ہوتی ہے، رمضان کی عظمت کا پاس ہوتا ہے، ان کے رمضان کی ایک ظاہری شکل ہوتی ہے کہ کھانا نہیں کھاتے، پانی نہیں پیتے، بیوی سے حلال تعلق بھی موقف کر دیتے ہیں، اس لیے کہ روزے کا تقاضا ہے، جس کی وجہ سے حلال چیزیں بھی چھوڑنے کا حکم ہے، یہ حلال تقاضے اللہ کے حکم پر قربان کرنا بہت آسان ہوتا ہے، لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ جو چیزیں غیر رمضان میں اور عام زندگی میں ویسے ہی حرام ہیں، حرام دیکھنا، حرام بولنا، لقمہ حرام کھانا، حرام کمانا، حرام سننا، دوسروں کی تکلیف اور ایذا کا باعث بننا، یہ ویسے ہی حرام ہے تو سوچنا چاہیے رمضان میں ان کا چھوڑنا کتنا ضروری ہوگا، اگر نہیں چھوڑیں گے تو رمضان کس قدر فساد زدہ ہوگا، روزے کا کیا مزہ ہوگا۔ لوگ حلال چیزیں اللہ کی رضا کی خاطر چھوڑ دیتے ہیں، گرم اور لمبے روزے بغیر کھائے پیے چھوڑ دیتے ہیں، دوپہر کی خلوت میں بیوی کا قرب ہونے کے باوجود دور رہتے ہیں۔ عام موسم میں جو حلال چیزیں تھیں، رمضان کی وجہ سے ان کی حرمت سمجھ کر پابندی کرتے ہیں تو چاہیے تھا جب اللہ کی خاطر حلال کو چھوڑ رہا ہے تو اللہ ہی کی خاطر حرام کو چھوڑنے کا اہتمام اس سے بھی زیادہ کیا جائے، لیکن افسوس رمضان اور روزے کے باوجود یہ سارے حرام کام جاری رہتے ہیں۔ یہ بڑی بد نصیبی ہے، خوب یاد رکھنا چاہیے جب رمضان سلامتی سے گزرے گا تو سارا سال ہی سلامتی سے گزرے گا، ان شاء اللہ! پھر زندگی بھی سلامتی والی ہوگی اور موت بھی سلامتی والی۔ اللہ نے ہمیں یہ موقع نصیب فرمایا ہے، اللہ ہمیں ان گھڑیوں کی خوب قدر دانی کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!

سنت کے راستے

محمد کاشف تبسم

آپ ﷺ کی محبت نے حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اتباعِ سنت کا خوب جذبہ پیدا کر دیا تھا اور
وہ آپ ﷺ کی ہر ادا پر مرمٹنے اور ہر کام کو سنت کے مطابق کرنے کا خوب اہتمام کرتے تھے' چناں چہ صحیح بخاری کی روایت ہے کہ **زیاد بن جبیرؒ کہتے ہیں :**
''میں نے دیکھا ابنِ عمرؓ ایک شخص کے پاس آئے' وہ انٹ کو بٹھا کر نحر (ذبح) کر رہا تھا۔'' آپؓ نے فرمایا : ''اسے کھڑا کر کے نحر کرو' سنتِ محمد ﷺ یعنی آپ کا طریقہ یہی تھا۔''
بخاری ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ **عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں :**
''میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ حجرِ اسود کو بوسہ دیتے تھے اور فرماتے تھے' اگر میں نے حضور (ﷺ) کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا تو میں ہرگز بوسہ نہ دیتا۔''

سیدنا صدیقِ اکبر (رضی اللہ عنہ) نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا :
''**اِنَّمَا اَنَا مُتَّبِعٌ وَلَسْتُ بِمُبْتَدِعٍ**۔'' (طبقات ابنِ سعد) یعنی ''میں فقط (اپنے آقا ﷺ کے راستے کی) پیروی کرنے والا ہوں' کوئی نئی چیز پیش نہیں کرنا۔''
حضرت عمر فاروق (رضی اللہ عنہ) کا اپنے امراؤں کے متعلق ارشاد ہے : **اِنَّمَا بَعَثْتُهُمْ لِيُعَلِّمُوا النَّاسَ دِيْنَهُمْ وَسُنَّةَ نَبِيِّهِمْ** (طبقات ابنِ سعد)
یعنی ''میں نے امرا کو (مختلف علاقوں میں) اس لیے بھیجا کہ وہ لوگوں کو ان کا دین اور نبی کریم ﷺ کی سنت سکھائیں۔''
حضرت عثمان (رضی اللہ عنہ) کے ہاتھ پر حضراتِ صحابہ (رضی اللہ عنہم) نے ان الفاظ سے بیعت کی تھی :
نُبَايِعُكَ عَلٰى سُنَّةِ اللهِ وَسُنَّةِ رَسُوْلِهٖ وَسُنَّةِ الْخَلِيْفَتَيْنِ (تاریخ الخلفاء) یعنی ''ہم اللہ اور اس کے رسول کی سنت اور شیخین (رضی اللہ عنہما) کے طریقے پر بیعت کرتے ہیں۔
ہشامؒ اپنے والد کا مقولہ نقل کرتے ہیں' وہ کہا کرتے تھے : **اَلسُّنَنَ اَلسُّنَنَ اِنَّ السُّنَنَ قِوَامُ الدِّيْنِ** یعنی ''سنت کو تھام لو' سنت سے ہی دین کی بقا ہے۔ (الترغیب والترہیب)
سعید بن جبیرؒ فرماتے تھے : ''کوئی قول بغیر عمل کے اور کوئی قول و عمل بغیر نیت کے مقبول نہیں اور نیت اس وقت تک مقبول نہیں' جب تک وہ سنت کے مطابق نہ ہو۔'' (ایضاً)
حضرت شیخ الحدیث زکریاؒ کے جذبہ اتباعِ سنت کا اندازہ آپ کے اس قول سے لگایا جا سکتا ہے :
''دعائیں اپنے الفاظ میں نہ مانگا کرو' بل کہ آقا نامدار (ﷺ) کے الفاظ میں مانگا کرو۔'' (آپ بیتی)
یہ چند اقوال بطورِ نمونہ ذکر کر دیے گئے' ورنہ سلف و صالحین نے اتباعِ سنت پر بہت زور دیا ہے اور ان حضرات کا عملی کردار بھی سنت کے نور سے منور تھا۔ مثلاً
سیدنا صدیقِ اکبر (رضی اللہ عنہ) کا منکرینِ زکوۃ سے قتال اور جیشِ اسامہؓ کی روانگی کا انتظام کرنا۔
مشہور بزرگ جنید بغدادیؒ سے ان کے مرید نے کہا : ''میں آپؒ کی کرامت نہیں دیکھتا۔''
تو آپؒ نے پوچھا : ''کیا مجھے خلافِ سنت کوئی کام کرتے دیکھا؟'' تو اس نے کہا : ''نہیں۔'' آپؒ نے فرمایا : ''سب سے بڑی کرامت یہی (اتباعِ سنت) ہے۔''
اسی طرح اکابرین علمائے دیوبند میں اتباعِ سنت کا بہت زیادہ جذبہ رہا ہے۔
شیخ الہندؒ رمضان میں پوری پوری رات نوافل میں گذارتے' جب زیادہ دیر کھڑا رہنے سے پاؤں میں ورم آجاتا تو خوش ہوتے اور فرماتے نبی (ﷺ) کی اتباع نصیب ہوئی۔
بانئ دارالعلوم دیوبند مولانا قاسم نانوتویؒ نے پُر خطر حالات میں بھی اپنی روپوشی تین دن بعد یہ کہہ کر ختم کر دی کہ آپ (ﷺ) نے بھی غارِ ثور میں تین دن گزارے تھے۔
حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ نے ایک بار اپنی اہلیہ کے ساتھ اس نیت سے دوڑ لگائی کہ آپ (ﷺ) نے بھی حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا) سے دوڑ لگائی تھی۔
حضرات سلف و صالحین نے اپنے گفتار و کردار اور تقریر و تحریر سے ''اتباعِ سنت'' پر نہ صرف عمل کیا' بل کہ لوگوں کو ''سنت'' کی طرف متوجہ کرنے کی بھرپور کوششیں کی ہیں۔
اس موضوع پر لکھی گئیں تصنیفات' ان کے جذبہ اتباعِ سنت کی عکاسی کرتی ہیں۔ ان لوگوں کی زندگیوں کا ہر لمحہ ''سنت'' کے مطابق گزرتا ہے۔
یہی وجہ ہے کہ محدّثین' فقہا اور صوفیا کرام میں سے ہر ایک کے حالات میں کسی کے بارے میں **مُحْيِ السُّنَّةِ** (یعنی سنت کو زندہ کرنے والا) اور
کسی کے بارے میں **كَانَ صَلِيْبًا فِي السُّنَّةِ** (یعنی سنت پر سختی سے کاربند رہنے والا) جیسے القاب ملتے ہیں' کیوں کہ اتباعِ سنت کے بغیر کسی کا شمار نیک لوگوں میں ہو ہی نہیں سکتا!

SINCE Z 1974
ZJ
Zaiby Jewellers
SADDAR
BEAUTIFUL, MASTERFUL DESIGN
NEVER GOES OUT OF FASHION
Zaibunnisa Street, Saddar, Karachi Tel: 021-35215455, 35677786
Email: zaiby.jeweller@gmail.com

حضرت اَحنف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ

بصرہ کے تابعی

تعارف : نام تو ان کا ضحاک تھا، لیکن احنفؒ سے ہی مشہور تھے۔ احنف کا مطلب ہے ”مڑے ہوئے یا ٹیڑھے پیر والا“‘ ان کے پاؤں میں ٹیڑھا پن تھا‘ اسی وجہ سے احنف نام پڑ گیا اور اسی سے مشہور ہوئے۔

بڑے تابعی تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہی اسلام قبول کر لیا تھا‘ لیکن یہ بصرہ میں تھے‘ وہاں سے مدینہ طیبہ نہ آسکے‘ اس لیے آپ ﷺ سے ملاقات نہ ہو سکی‘ چناں چہ صحابی تو نہ بن سکے‘ لیکن ان کو ایک فضیلت ایسی حاصل ہے‘ جو شاید ہی کسی دوسرے تابعی کو حاصل ہو۔ قبیلہ تمیم کی ایک شاخ ”بنو سعد“ سے ان کا تعلق تھا۔ بصرہ میں رہتے تھے۔ اپنی قوم کے سردار تھے۔ بے مثال حلم اور تحمل کے مالک تھے‘ بل کہ ان کے تحمل اور سرداری کی مثالیں دی جاتی ہیں۔

رنگ گہرا اور قد و قامت پست تھا‘ چہرے کے دونوں طرف بال نہیں تھے‘ داڑھی کے بال بہت تھوڑے تھے۔ چہرے پر خوبصورتی کی جگہ علم‘ حکمت‘ سمجھ داری‘ بردباری اور تحمل کے آثار تھے۔ پہلی نظر میں دیکھنے والا‘ بہت کم ان کی حقیقت تک پہنچ پاتا تھا۔ عبید اللہ بن زیاد نے اِن کو سمجھنے میں زبردست دھوکا کھایا تھا اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے جب سامنے آئے اور بات کی تو اِن کو بھی تشویش لاحق ہوئی‘ یہاں تک کہ ایک سال امتحان کے لیے اپنے پاس روکے رکھا‘ پھر اطمینان ہوا اور تعریف فرمائی۔

بہت فصیح عربی بولتے تھے‘ لیکن اکثر خاموش رہتے تھے۔ بلاضرورت بات نہیں کرتے‘ لیکن جب بات کرتے تو ایسی کرتے کہ کسی اور کے بولنے کی گنجائش نہیں چھوڑتے تھے۔ سخی‘ خوش مزاج اور نیک دل انسان تھے۔

خوفِ خدا اور یادِ آخرت : اس سب کے ساتھ انتہائی خدا ترس اور عابد و زاہد تھے‘ چوں کہ دن کے اوقات میں مشغولیت رہتی تھی‘ فرائض اور سنتوں کے بعد نوافل کا موقع نہیں مل پاتا تھا‘ اس لیے رات کو لمبے لمبے نوافل پڑھا کرتے تھے اور کثرت سے نفلی روزے رکھتے تھے۔

کسی نے کہا: ”آپ کی عمر بڑی ہے۔ نفلی روزے رکھنے سے آپ کم زور ہو جائیں گے!“ فرمانے لگے: ”میں ایک لمبے سفر کی تیاری میں یہ روزے رکھتا ہوں۔“ کبھی کبھی جلتے ہوئے چراغ پر انگلی رکھ دیتے‘ پھر درد سے کراہتے اور کہتے: ”اے احنف! بتا... فلاں دن‘ فلاں کام کیوں کیا تھا؟ پھر دوبارہ اپنے نفس کو مخاطب کر کے کہتے: ”جب تجھ سے اس چراغ کی تپش برداشت نہیں ہو رہی تو جہنم کی آگ کو کیسے برداشت کرے گا؟“ دعا مانگا کرتے تھے: ”اے اللہ! اگر تُو نے میری مغفرت کر دی‘ تو تُو اس کا اہل ہے اور اگر تُو مجھے عذاب دے گا‘ تو میں اسی کا اہل ہوں۔“

کہتے تھے: ”اپنی نیکی کو زندہ رکھنا ہے تو اس کے تذکرے کو مار ڈالو (یعنی ختم کر دو)“

سب سے بڑا شرف : احنفؒ میں ویسے تو بہت ساری عمدہ صفات تھیں اور انتہائی باکمال انسان تھے‘ لیکن ان کی ایک فضیلت ایسی ہے‘ جس پر ان کو بجا طور پر فخر تھا اور ہونا بھی چاہیے تھا اور شاید اس فضیلت میں اور کوئی تابعی ان کا شریک بھی نہیں ہے!

قصہ یوں ہے: ”احنفؒ کا تعلق عرب کے ایک قبیلے تمیم کی ایک شاخ بنو سعد سے ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے بنو سعد کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے قبیلہ بنو لیث کے ایک صحابی کو بھیجا‘ جب انھوں نے وہاں پہنچ کر دعوت دی تو اُن ہی میں سے ایک نوجوان کھڑا ہوا اور اس نے صحابیٔ رسول ﷺ کی حمایت کی اور تائید کی اور اپنی قوم کو ان کی دعوت کی طرف متوجہ کیا اور اِن الفاظ سے ان کی تصدیق کی: ”بے شک! یہ تو خیر کی طرف بلا رہے ہیں اور مجھے تو یہ بات اچھی اور بھلی معلوم ہوتی ہے!“

صحابی رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ”یہ کون ہے؟“

بتایا گیا: ”اس کا نام احنف بن قیس ہے۔“

حذیفہ رفیق

انھوں نے جاکر نبی کریم ﷺ سے سارا قصہ نقل کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:
اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْاَحْنَفِ (یا اللہ! احنف کی مغفرت فرما!)

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں (جس کا آغاز محرم 24ھ میں ہو کر ذوالحجہ 35ھ کو اختتام ہوا' اسی طرح کُل مدّتِ خلافت 12 سال میں 12 دن کم بنتی ہے) احنفؒ بیت اللہ کا طواف کر رہے تھے۔ ایک آدمی نے آگے بڑھ کر اُن کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا: ''میں آپ کو ایک خوش خبری سناؤں...؟؟''
احنفؒ نے کہا: ضرور...!'' انھوں نے کہا: ''آپ کو یاد ہوگا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے آپ کی قوم بنوسعد کی طرف بھیجا تھا...''اس کے بعد سارا قصہ دُہرا کر حضور ﷺ کی دعا کا ذکر کیا۔ آپ ﷺ کی زبانِ مبارک سے اپنے لیے دعائے مغفرت سُن کر احنفؒ کی خوشی کی انتہا نہ رہی...فرمایا کرتے تھے: ''اس دعا سے زیادہ مجھے کسی اور چیز سے (مغفرت کی) امید نہیں!''

ایک سالہ اِمتحان: امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں ایران کا ایک شہر ''تستر'' فتح ہوا' اس کی خبر دینے کے لیے احنفؒ مدینہ طیبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے اور عرض کیا: ''امیر المومنین! اللہ تعالیٰ نے تستر کو آپ کے ہاتھ فتح فرما کر' بصرہ کی زمین میں شامل کر دیا ہے۔'' ان کی بات مکمل ہوتے ہی مہاجرین میں سے ایک صحابی کھڑے ہوئے اور کہنے لگے: ''امیر المومنین! اور یہ وہی شخص ہے' جس نے ہمیں قبیلہ ''مُرّہ'' سے بچایا تھا' جب رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ان کی زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا تھا اور انھوں نے ہم پر حملہ کیا تھا۔''
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مسرّت کا اظہار فرمایا۔ اس کے بعد حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ (بصرہ کے گورنر) حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چاہا کہ اہلِ بصرہ میں سے کھڑے ہو کر اپنے گورنر کے متعلق کچھ بتائے' لیکن کسی نے کھڑے ہونے کی ہمت نہیں کی' آخر احنفؒ کھڑے ہوئے اور یوں گفتگو کی: ''امیر المومنین! یہ حق کے مواقع پر رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہنے والے آپ کے ساتھی اور آپ کی طرف سے (بصرہ کے) گورنر ہیں۔ ہم نے ان میں خیر کے سوا کچھ نہیں دیکھا اور (دوسری بات یہ کہ) ہم بنجر زمین اور سمندر کے نمکین پانی کے درمیان آباد ہیں' ہمیں مٹھی بھر غلّہ کے سوا اور کچھ نہیں ملتا' لہٰذا ہمارے (پچھلے بڑے) پیمانے اور درہم لوٹا دیں (یعنی پہلے جیسے کر دیں)۔''
ایک کم عمر نوجوان کی اس جرأت مندانہ گفتگو پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ تعجب کرنے لگے اور فرمایا: ''ٹھیک ہے...احنف! آپ تشریف رکھو۔'' (یہیں سے ان کا نام احنف پڑ گیا) اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے احنف کے لیے کچھ تحائف پیش کیے تو کہنے لگے: ''امیر المومنین! ہم نے تحفہ' تحائف کے لیے صحراؤں کو عبور نہیں کیا اور نہ ہی اس کے لیے رات دن کا سفر طے کیا ہے۔ میری ضرورت تو وہی ہے' جو میرے پیچھے والوں کی ضرورت ہے۔''
یہ جواب سن کر امیر المومنین...اُن سے اور زیادہ متاثر ہوئے' چناں چہ انھوں نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کو تو واپس بھیج دیا' لیکن احنف کو اپنے پاس ہی روک لیا اور خفیہ طور پر بھی کچھ معلومات حاصل کر لیں' آخر جب ان کو بالکل اطمینان ہو گیا تو ان کو بلایا اور فرمایا: ''اے احنف! بات یہ ہے کہ میں نے سب سے پہلے تمھیں دیکھا تو میں نے تمھیں کچھ اہمیت نہ دی اور جب تم نے گفتگو شروع کی تو میں تم سے متاثر ہونے لگا' لیکن ساتھ ہی مجھے یہ بھی ڈر لگنے لگا کہ کہیں تم منافق تو نہیں؟ کیوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''ہر منافق عالم سے خبر دار رہو!'' چناں چہ مجھے اس کا خوف تھا' لیکن اب جب کہ میں ایک سال تک تمہارا امتحان لے چکا ہوں تو مجھے یقین ہے کہ تم ایسے نہیں ہو۔ میں نے تمہاری ظاہری حالت کو بہت خوب پایا اور مجھے امید ہے کہ تمہارے اندرونی معاملات بھی ظاہری حالت کے موافق ہی ہوں گے اور اس پر تم بھی اللہ کا شکر ادا کرو۔'' یہ کہہ کر امیر المومنین نے ان کو انعام واکرام کے ساتھ رخصت کیا اور ساتھ ہی حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ ''احنف بن قیس کو اپنے ساتھ رکھنا' ان سے مشورہ کرتے رہنا اور ان کی بات کو خوب اہمیت سے لینا۔''

اس کے بعد بھی حضرت عمر رضی اللہ کی نظر میں احنفؒ کا اونچا مقام تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک صفت بالعموم مشہور و معروف تھی کہ حق بات کو سن کر سر تسلیم خم کر دیتے تھے' چناں چہ ایک دفعہ آپ رضی اللہ عنہ نے بنو تمیم قبیلے کا ذکر سخت الفاظ سے کیا۔
احنفؒ کھڑے ہوئے اور فرمایا: ''امیر المومنین! میں کچھ کہنا چاہتا ہوں!''
فرمایا: ''کہو...!'' احنفؒ کہنے لگے: ''آپ نے پورے قبیلے تمیم کے لیے یہ الفاظ استعمال کیے' حالاں کہ تمیم بھی دوسرے قبیلوں کی طرح ہے۔ اس میں اچھے بھی ہیں اور برے بھی ہیں۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''تم نے درست کہا۔''

صبر و تحمل کا بے مثال نمونہ: ایک شخص ان سے لڑنے لگا اور کہنے لگا: ''اگر تم ایک کہو گے تو دس سنو گے۔'' احنفؒ نے اطمینان سے جواب دیا: ''لیکن بھائی! تم اگر دس بھی کہو گے' تب بھی ایک بھی نہیں سنو گے۔''
راستے چلتے ہوئے ایک شخص ان کو خوب برا بھلا کہنے لگا۔ یہ چلتے جا رہے تھے' وہ بولتا جا رہا تھا۔ آخر جب یہ اپنی قوم کی مجلس میں پہنچے تو رک گئے اور اس سے کہا: ''اگر تمھیں کچھ اور کہنا ہے تو ابھی کہہ دو' ایسا نہ ہو کہ میری قوم کے لوگ سن لیں اور تمھیں نقصان پہنچائیں۔'' کسی نے پوچھا: ''حلم (تحمل اور بردباری) کیا ہے؟''
فرمایا: ''ذلت اور چھوٹے پن پر صبر کر لینا۔''
اور فرمایا: ''یہ حلم (تحمل) فضیلت والا نہیں ہے کہ تم پر ظلم ہو اور تم برداشت کر لو' لیکن جب قدرت پاؤ تو انتقام لو' بل کہ فضیلت والا حلم تو یہ ہے کہ جب ظلم ہو تو صبر کرو اور جب قدرت ملے تو معاف کرو۔''
احنفؒ کے بھتیجے نے ان سے داڑھ میں تکلیف کی شکایت کی' انھوں نے کہا: ''بھتیجے... 30 سال سے میری ایک آنکھ ضائع ہو چکی ہے۔ میں نے آج تک کسی سے اس کا تذکرہ نہیں کیا۔'' ان کی مجلس میں بھی وقار اور سنجیدگی کا سماں چھایا رہتا تھا۔ فرمایا کرتے تھے: ''ہماری مجالس میں عورتوں اور کھانے کے تذکرے سے پرہیز کیا جائے۔ مجھے یہ بالکل پسند نہیں کہ کوئی اِن دونوں چیزوں کی کیفیات اور اوصاف بیان کرے اور یہ بھی عمدہ شخصیت کی نشانی ہے کہ آدمی (جب کھانے کے لیے بیٹھے تو) چاہت پوری ہونے سے پہلے کھانے سے ہاتھ روک لے۔''

"آج کا دور بہت تیز ہے۔۔۔۔۔۔وقت کتنا آگے چلا گیا۔۔۔۔۔آج سائنس کا ترقی کا دور ہے۔۔۔۔۔وقت ہی نہیں ملتا، مصروفیت۔۔۔"
ہم یہ باتیں کیوں اور کس وجہ سے کہتے ہیں؟؟؟
شاید اس لیے کہ سائنس نے اتنی ترقی کر لی کہ انسان زمین کی تہوں میں پہنچ گیا یا شاید اس لیے کہ انسان آسمان کی بلندیوں کو چھونے لگا ہے۔۔۔۔

صبا یونس قریشی

یا شاید اس وجہ سے کہ پوری دنیا نیٹ کے ذریعے ہمارے ہاتھ میں ننھے سے پرزے میں سمٹ آئی ہے۔
مگر کبھی ہم نے اپنی ذات میں غور کیا ہے کہ ان جملوں کی آڑ لے کر ہم "وقت" کے ساتھ کیا سلوک کر رہے ہیں؟؟؟ شاید نہیں! "وقت" کل بھی وہی تھا اور آج بھی وہی ہے۔
اگر سائنس نے ترقی کر لی ہے تو کیا اللہ کے احکامات میں کوئی تبدیلی آ گئی ہے؟؟؟ اگر زمانے کے لحاظ سے ہم لوگوں کی ترجیحات بدل گئی ہیں تو اللہ کا دین بھی بدل گیا ہے؟؟؟
اگر انسان نے آج آسمان کی بلندیوں کو چھو لیا ہے تو کیا وہ اللہ کے آگے جواب دینے سے آزاد ہو گیا ہے؟؟؟
اگر انسان نے زمین کی تہوں کو کھوج لیا ہے تو اب اس کو موت نہیں آئے گی؟؟؟ اگر سوشل میڈیا کا دور ہے تو انسان اللہ کے بنائے رشتے کو نبھانے کا پابند نہیں رہا ہے؟؟؟
بات "وقت" بدلنے کی نہیں، بل کہ نیت بدلنے کی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں بھی مسلمانوں نے بہت ترقی کی۔۔۔ اسلام نے دنیا میں ترقی کو فروغ دیا۔۔۔
اُس "وقت" کے مسلمانوں نے "وقت" کو الزام دے کر "مقصدِ حیات" کو فراموش نہیں کیا، جبکہ آج ہم "وقت" کے کندھوں پر بندوق رکھ کر "مقصدِ حیات" پر وار کر رہے ہیں۔
کیا ترقی ہمیں روکتی ہے کہ ہم اسلام کے احکامات کی پاسداری نہ کریں؟ یا سائنس نے ہمیں جکڑ لیا ہے کہ ہم سنت کا اہتمام نہ کریں؟
یا سوشل میڈیا نے ہمیں پابند کر دیا ہے کہ اپنے خونی رشتوں کو بھلا کر میڈیا سے رشتہ استوار کر لیں؟
عجیب سی بات ہے کہ ہمارے پاس اپنے والدین کے لیے وقت نہیں ہے، مگر فیس بک پر لائک کمنٹس کرنے کا وقت ہے۔ نماز پڑھنے کا وقت نہیں ہے، مگر موبائل پر گیم کھیلنے کا وقت ہے۔
اپنے خاندانی رشتوں سے ہمیں لاکھوں شکوے شکایات ہیں، مگر نیٹ پر بنائے گئے رشتوں کو نبھانے کے لیے ہم لوگ ہلکان ہیں۔
اولاد کی تربیت کے لئے ہمارے پاس وقت نہیں ہے، مگر میڈیا پر حالات کی تبصرہ نگاری کے لئے وقت ہے۔
معزز قارئین گرامی!!! "وقت" تو انسان کو وہی دیتا ہے جو انسان "وقت" کو دیتا ہے۔
بات صرف اتنی سی ہے، نہ وقت بدلا ہے اور نہ ہی دور تیز ہوا ہے۔۔۔ بس دنیا کے حالات اور تقاضوں کو ہم نے خود پر مسلط کر لیا ہے۔
وقت کے تقاضے اور ترقی یا قوموں کا عروج و زوال کبھی انسان کو یہ نہیں کہتا کہ انسان کا مقصدِ حیات بدل چکا ہے۔
دنیا کے قیام کا مقصد ایک مقررہ وقت تک ہر انسان کو مقصدِ حیات کو پورا کرنے کا وقت دیا جانا ہے۔
اب یہ ہمارے اپنے اوپر منحصر ہے کہ ہم وقت کو مقصدِ حیات کے لیے استعمال کریں۔۔۔ یا جدید دور، ترقی یافتہ دور، تیز دور، سائنس کا دور کہہ کر وقت کو ضائع کر دیں۔
یاد رکھیے کہ "وقت" سب کے لئے یکساں ہے۔ باقی ساری باتیں ہر انسان خود اپنے عمل سے "وقت" پر مسلط کرتا ہے۔
اللہ نے ہمیں نہ ہی ترقی سے روکا، نہ ہی وقت کے تقاضوں سے فیض یاب ہونے سے روکا۔۔۔ بس ہمیں ایک مقصدِ حیات دے کر "وقت" عطا کر دیا ہے۔
دیکھنا تو بس یہ ہے کہ کس طرح ہم دامنِ شریعت کو تھام کر جدید دور کے جدید تقاضوں اور ترقی یافتہ دور میں اپنے "وقت" کو اسی جدت کے ساتھ مقصدِ حیات پر لگا کر اپنی دائمی کامیابی کا ذریعہ بناتے ہیں؟؟ یا جدت کے نام پر "وقت" کو فراموش کر کے آخرت کی دائمی ناکامی کا ذریعہ بناتے ہیں؟؟ فیصلہ ہمارے ہاتھ میں ہے، کیوں کہ ابھی "وقت" ہے۔

Perfect®
Freshener
Raho Khushboyun Me
Perfect
Matic
Perfect
Freshener
TEA ROSE
LA PERFUME
Dry
Splendid Feel
of Roses For Your
Entire Environment
/perfectairfreshener
www.se.com.pk

جب مسلمانوں کا عروج تھا تو مطالعہ کا بہت اہتمام ہوتا تھا' اسلامی حکمرانوں کی ذاتی لائبریاں کئی لاکھ کتابوں پر مشتمل تھیں، علم گلی کوچے میں ہوا' پانی کی طرح عام اور سستا تھا' لوگ اسے اپنی جاں سے زیادہ عزیز رکھتے اور حاصل کرنے کے لئے سر گرم رہتے' اہلِ علم تو ''کتاب'' کو اپنا سب سے قیمتی سرمایہ سمجھتے اور مطالعہ کو حرزِ جان بنا لیتے' جیسا کہ امام محمد رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' فکر و نظر کی لذتوں کے سامنے دوشیزاؤں کی لذتیں کچھ بھی نہیں' حضرت عبداللہ بن مبارک رحمتہ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا: ''آپ کو خلوت اور تنہائی میں وحشتِ محسوس نہیں ہوتی؟'' حضرت نے جواب میں فرمایا: ''ہمیں تو خلوت میں جلوت کا مزہ آتا ہے۔'' ابن جوزیؒ فرماتے ہیں: ''میں کتاب کے مطالعے سے کبھی سیر نہیں ہوا' گھنٹوں گھنٹوں ورق گردانی کرتا ہوں۔ کوئی نئی کتاب نظر آئے' خوشی کے مارے یوں لگتا ہے جیسے کوئی خزانہ ہاتھ آگیا' اگر یہ کہوں بیس ہزار سے زیادہ کتابوں کا مطالعہ کیا ہے تو مبالغہ نہ ہوگا اور ابھی بھی برابر کتابوں کی جستجو میں رہتا ہوں۔'' عربی کے مشہور ادیب عباس محمود عقاد فرماتے ہیں: ''مطالعہ ہی واحد ذریعہ ہے' جس سے انسان ایک زندگی کو گہرائی اور چوڑائی کے اعتبار سے کئی زندگیوں میں تقسیم کر سکتا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ سلیقے سے جینے کے لیے ایک زندگی کافی نہیں ہے۔'' مطالعہ دماغ کی غذا ہے' جتنا مضبوط اور تیز مطالعہ ہوگا' اتنا مضبوط دماغ ہوگا' حضرت امام بخاری رحمتہ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: ''آدمی کی دماغی قوت بڑھانے کے لیے مطالعہ بہترین آزمودہ نسخہ ہے۔'' مفکرِ اسلام علامہ ابوالحسن علی الندوی رحمتہ اللہ علیہ جدید دور میں مطالعہ کی اہمیت و ضرورت کو بیان فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں: ''تحقیق اور مطالعے کا میدان بہت وسیع ہو چکا ہے' قدیم ذخیرے' بل کہ قدیم دفینے جو پہلے علما کے خواب و خیال میں بھی نہیں آتے تھے' وہ اب عام ہو چکے ہیں' نشرو اشاعت کے اداروں نے اور طباعت و اشاعت کی تحریک نے زمین کے جگر چاک کر دیے ہیں اور سمندروں کے اندر سے موتی نکالے ہیں' وہ چیز جن کا ہم صرف نام سنتے تھے' وہ آج بازاروں میں مل رہی ہیں' سوچنے کے طریقے' مطمئن کرنے کی صلاحیت اتنی مختلف ہو گئی ہیں کہ اس میں قدیم طرز کی تقلید بالکل نہیں کی جا سکتی۔'' (پا جا سراغ زندگی: ص 82) میرِ کاروان کے مصنف ڈاکٹر شیخ تنویر احمد مطالعے کے بارے میں لکھتے ہیں کہ ''معلومات کے حصول اور اپنے ذہن کو وسیع کرنے کا اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں کہ اعلیٰ ادب کے مطالعے کی عادت ڈالی جائے۔ اس کے ذریعے آپ دنیا میں موجود یا ماضی کے عظیم ذہنوں کو جان سکتے ہیں اور اس سے استفادہ کر سکتے ہیں۔ میں بھرپور طریقے سے اس بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ جو شخص کتاب نہیں پڑھتا وہ اس شخص سے مختلف نہیں کہ جو کتاب پڑھنا جانتا ہی نہیں۔'' (میر کاروان: ص: ۱۳۸)

مطالعہ کی مذہبی ضرورت

اسلام نے جتنا پڑھنے کی حوصلہ افزائی کی ہے اور علم دوستی کو سہارا دیا ہے' شاید ہی کسی اور مذہب نے دیا ہو۔ قرآن کی پہلی آیت اور اسلام کی پہلی وحی ''اِقْرَاْ'' پڑھنے کے بارے میں ہے۔ حضرت علامہ طاہر ابن عاشور رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ یہ امت علم دوست' لکھنے پڑھنے والی امت ہوگی۔'' اور پیغمبرِ

مطالعہ کی اہمیت وضرورت

ضیاحسین ولی

اسلام حضرت محمد ﷺ نے طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّ مُسْلِمَةٍ فرما کر ہر مسلمان فرد کو علم کی ترغیب دی۔ حلال وحرام کی تمیز کا جاننا ہر مسلمان پر فرض کیا، عبادتوں کو خشوع وخضوع، ارکان وفرائض کی رعایت رکھ کر ادا کرنے کا مکلّف بنایا، بل کہ گھر کی چوکھٹ سے لے کر بیت اللہ شریف کے دروازے تک اپنی پوری زندگی کو اسلامی طریقے میں ڈھالنے کا حکم دیا، یہ سب کچھ سیکھنے اور پڑھنے سے میسر ہوگا تو پڑھنا، مطالعہ کرنا انسان کی، خاص کر مسلمان کی مذہبی ضرورت ہے۔

مطالعہ کی ذاتی ضرورت

مطالعہ فرد کی ذاتی ضرورت ہے، تاکہ کم علمی کے خشک جزیروں سے نکل کر برق رفتار زمانے کے ہنگاموں میں فرد اپنا نمایاں کردار ادا کرے، یہ تب ہی ممکن ہے کہ جب فرد اپنے اندر کمال رکھتا ہو، اپنی معلومات کے دامن کو آسمانوں کی وسعتیں دے کر میدان میں اترے، اپنی مہارت سے ملک، سماج، دین کی خدمت کرے، بصورت دیگر فرد کو سکڑتے سکڑتے، ہٹتے ہٹتے قافلہ سماج سے بچھڑ کر خوفناک کھائی میں گر کر ذلت کا منہ دیکھنا ہوگا۔
معلومات کی فراوانی اور فرد کی محنت کا تخمینہ ذیل کی رپوٹ سے بہ آسانی کر سکتے ہیں، کہا جاتا ہے کہ آدمی کی معلومات کا 80 سے 90 فیصد حصہ مطالعے سے حاصل ہوتا ہے اور ایک منٹ کے اندر دنیا میں دس ہزار میگزین، تین سو کے قریب علمی مقالات شائع ہوتے ہیں اور سات ہزار کے لگ بھگ علمی مباحثے ایک دن میں طبع ہوتے ہیں، ہر پانچ سال کے بعد علمی ذخیرے میں نوے (90) فیصد جدّت آتی ہے، اب سے پہلے جتنی معلومات 50 سال میں حاصل ہوتی تھی، وہ پانچ سال میں حاصل ہونے لگی ہیں۔

مطالعہ کی معاشرتی ضرورت

مطالعہ انسان کی معاشرتی ضرورت ہے، کسی زمانے میں علوم وفنون کا دائرہ اپنے گرد گھوم کر اپنے خول میں بند ہوتا تھا، محدود قواعد، گنے چنے اُصول تھے، پھر زمانے نے کروٹ بدلی، علوم وفنون اپنے خول سے باہر آئے، اکائیوں سے دہائیوں میں بٹ گئے، وسعت نے اپنے دامن پھیلا دیے، نئے مسائل پیدا ہوئے، معاشرے نے اپنے رہن سہن، انداز واطوار کو یکسر تبدیل کیا، کل تک لوگوں کے تعلقات ہمدردیاں تھی، ملاقاتیں دوستیاں تھی، والدین اولاد کا رشتہ، استاد شاگرد کا ناطہ محبت وپیار کا مقدس رشتہ و تعلق تھا، لیکن اب یہ سب مستقل فن بن کر اپنا سفر شروع کیا ہے، قواعد واصول کے گنجلک تاروں کے پابند ہوگئے ہیں۔ معاشرے میں باوقار زندگی گزارنے کے واسطے ان سب کا سیکھنا ناگزیر ہوگیا، ورنہ معاشرے کے شانہ بشانہ چلنے سے قاصر رہ کر جہالت کی موت مرنا، گمنامی کی قبر میں زندہ درگور ہونا ہوگا۔

مطالعہ کی عالمی ضرورت

مطالعہ انسان کی عالمی ضرورت ہے، اس لیے کہ ملکوں اور قوموں نے برق رفتار ترقی کی، زندگی کے ہر شعبے میں نمایاں تجدیدی کارنامے رونما ہوئے، یہ سب اللہ کے فضل کے بعد انسانی عقل کی مرہوں منت ہے، تواب عالمی برادری کے ساتھ کندھے سے کندھا ملا کر چلنے کے لیے کتاب دوستی کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا اور عجیب یہ ہے کہ کمزور قوموں کی ترقی اور اقبال بلندی بھی کتاب دوستی میں پنہاں ہے، جتنا قوم کے نوجوانوں کے ہاتھوں میں کتاب ہوگی، اس قدر ان کے مستقبل روشن ہوں گے، ایسی قومیں تاریخ میں زندہ وجاوید رہتی ہیں، حکمائے چین کہتے ہیں کہ ”کسی قوم کے مستقبل کا نشیب وفراز، ترقی وکمال دیکھنا چاہتے ہو تو اس قوم کے ہونہال بچوں کی مطالعہ کی کیفیت اور مقدار کو دیکھو۔“ (القراءۃ الکنز المفقود ص 18) فلوتیر (1778-1694م) سے کسی نے پوچھا: ”انسانیت کی قیادت کرنے والے مستحق لوگ کون ہیں؟“ تو کہا: ”جو پڑھنا جانتے ہیں وہ انسانیت کی قیادت کریں گے۔“ (قراءۃ: ص 31)
جس تیزی کے ساتھ زمانہ ترقی کر رہا ہے اور جس کیفیت کے ساتھ جدید معلومات کی فراوانی ہے، اندازہ یہی ہے کہ اس کی زد میں پرانی سوچیں، قدیم معلومات فرسودہ اور بوسیدہ ہوگئی ہیں، یہی اندازہ حقیقت کی روپ میں موثوق اداروں کے پاس ہے، چناں چہ کہا جاتا ہے کہ تین صدیوں میں 90 فیصد علمیت پر قدامت چھاگئی ہے، اس کی جگہ نئی معلومات اور نظریات نے رواج پالیا ہے اور ہر دن کے اخبارات میں 10 فیصد معلومات نئی ہوتی ہیں، مہینے کے اعتبار سے میگزینوں کی معلومات میں ۱۰ فیصد اضافہ ہوتا ہے اور یہی مقدار سال میں کتابوں کے اعتبار سے ہوتی ہے، اسی تناظر میں مطالعہ انسان کی عالمی ضرورت ہے۔
اس معلوماتی دوڑ میں ہر فرد کو مطالعے کی اَشد ضرورت ہے، تاکہ وہ شانہ بشانہ، قدم بقدم زمانے کی جدّت کے ساتھ چلے، اپنا کردار ادا کرے۔ اس کے علاوہ مطالعہ کامیابی کا ضامن ہے بشرط یہ کہ صحیح رُخ پہ ہو اور اچھی کتابیں ہوں، اس کا طریقہ بھی اصولی ہو، کیوں کہ کبھی درست چیز کا غلط سمت چلنے، غلط طریقے سے استعمال کرنے میں مذہبی، سماجی، ذاتی نقصان ہوتا ہے، جس کی تلافی ناممکن ہے، جیسا کہ مفکرِ اسلام علامہ ابوالحسن علی الندوی رحمتہ اللہ علیہ فرمارہے ہی کہ ”مطالعہ وسیع کیجیے اور اس کے لیے اساتذہ سے خاص طور پر مربی الاصلاح سے اور ان اساتذہ سے جن کا آپ سے رابطہ ہے، ان سے مشورہ کیجیے۔ مطالعہ اتنا آسان نہیں ہے کہ جس کا جی چاہے بغیر کسی ترتیب کے پڑھنا شروع کردے، یہ دودھاری تلوار ہے، اگر اس کا صحیح استعمال نہیں کیا جائے گا تو نقصان بھی پہنچ سکتا ہے، یہ ایک پل صراط ہے اس پر بہت سبک روی اور بہت احتیاط کے ساتھ چلنے کی ضرورت ہے، اس کے لیے اپنے اساتذہ سے مشورہ کیجیے، وقت بہت کم اور کام بہت زیادہ ہے، پڑھنے کا سامان بھی روز بروز بڑھتا چلا جارہا ہے، نہ ہر لکھی ہوئی اور چھپی ہوئی چیز پڑھنے کے قابل نہ ہر رسالہ آپ کی میز پر آنے کے لائق۔“ (پا جا سراغ زندگی: ص 90) آیئے! آج سے ہم عزم کرتے ہیں بڑوں کے مشورے سے، اپنی زندگی میں نئے رخ پر مطالعہ کے ذریعہ اہم تبدیلی کا آغاز کرتے ہیں۔

نگہ بلند، سخن دل نواز، جان پُر سوز
یہی ہے رختِ سفر میرِ کاروان کے لیے

شیرِ میسور ٹیپو سلطان رحمۃ اللہ علیہ

طارق محمود

ٹیپو سلطان 9 نومبر 1750 کو بینگلور سے 33 کلو میٹر دور ''دیون ہلی'' نامی قصبے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حیدر علی نے آپ کا نام مشہور بزرگ ٹیپو مستان شاہ کے نام پر ٹیپو اور اپنے والد کے نام پر فتح علی رکھا۔ ''شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی صد سالہ زندگی سے بہتر ہے۔'' یہ تاریخی قول اسی مردِ مجاہد کا ہے، جس نے فقط 48 سال کی زندگی پائی اور اس مختصر سی زندگی میں 17 سال حکمرانی کی اور جرأت، بہادری اور دلیری کی ایسی داستان رقم کی کہ شاید رہتی دنیا تک کوئی اس کی مثال پیش نہ کر سکے گا۔

برصغیر میں حکومت کے خواب دیکھنے والا انگریز سمجھ گیا تھا کہ اس کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ٹیپو سلطان ہے، چناں چہ میر صادق، میر معین الدین اور غلام علی لنگڑا جیسے غداروں کے ساتھ مل کر انگریزی فوجیں اس عظیم سلطان کی اسلامی سلطنت پر چڑھ دوڑیں۔ 4 مئی کا سورج طلوع ہو رہا تھا، ایمان کے سوداگر اور غدار میر صادق نے سلطان کی افواج کو تنخواہ کی تقسیم کے بہانے سے مسجدِ اعلیٰ کی طرف بھیج دیا اور انگریزی افواج نے خوب موقع پا کر پیش قدمی کی اور قلعے کے اس حصے میں جہاں پہلے انگریزی افواج شگاف ڈال چکی تھیں، اس طرف سے حملہ کر دیا اور قلعے کی فصیل پر چڑھنے میں کام یاب ہو گئیں۔

دوپہر کے وقت کھانے کی غرض سے سلطان ایک سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھے ہی تھے کہ آپ کو قلعے میں انگریز فوج کے دخول کی اطلاع ملی، بس فوراً اٹھے گھوڑا لیا، تلوار سنبھالی اور دونالی والی بندوق کاندھے پر رکھی اور دشمن کی طرف دوڑ پڑے، اگرچہ اس وقت تک سلطان قلعے میں ہر طرف سے محصور ہو چکے تھے، مگر باوجود حصار کے سلطان نے سپاہیوں پر فائر شروع کر دیے اور متعدد انگریز سپاہیوں کو جہنم رسید کر دیا، ادھر دشمن کی مسلسل فائرنگ سے سلطان کافی زخمی ہو چکے تھے، لیکن مستقل ڈٹے رہے تھے۔ اس گھمسان کی جنگ سے زمین خون سے لال ہو گئی تھی، شہدا کا خون بکھرا پڑا تھا، اسی اثنا میں ایک خادم سلطان سے کہنے لگا کہ اب بھی وقت ہے اگر آپ جان کی حفاظت کے لیے اپنے آپ کو انگریز کے حوالے کر دیں تو جان بخشی ہو جائے گی۔

سلطان ان الفاظ سے خوب جلال میں آ گئے اور پلٹ کر کہا:

''میرے نزدیک شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہے۔''

گھوڑے کو گولی لگنے کی وجہ سے وہ بھی زمین پر گر پڑا تھا اور اب سلطان پیدل ہی اپنی جرأت اور بہادری کا مظاہرہ کر رہے تھے اور آن کی آن میں کئی انگریز افسروں کو موت کے گھاٹ اتار چکے تھے اور زخموں سے چور بدن کے ساتھ ٹیپو سلطان انگریز فوج کو موت کے گھاٹ اتارتے ہی رہے اور اب تو پوری انگریزی طاقت سمٹ کر سلطان کی جگہ آ چکی تھی۔

مغرب کا وقت ہونے والا تھا۔ جنگ اپنے شباب پر تھی۔ یہ محبِ وطن اپنے آخری خون کے قطرے تک اپنے وطن کو ناپاک عزائم سے بچانے کے لیے پوری ہمت سے بدستور لڑ رہا تھا کہ غداری کے علم برداروں نے اشارے سے بتایا کہ یہی سلطان ہیں اور ایک مزید گولی آئی اور سینے کو چھلنی کر دیا، خون کا دھارا بہہ پڑا... دلیری کا یہ عالم تھا کہ قریب کھڑا سپاہی سلطان کو شہید سمجھ کر شمشیر بند کھولنے لگا تو سلطان نے آنکھ کھولی اور تلوار سنبھالی اور اس کو بھی واصلِ جہنم کر دیا... بس! اسی دوران ایک گولی سلطان کی کن پٹی پر لگی جس سے ٹیپو سلطان مالکِ حقیقی سے جا ملے...

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن

عین بیداری ہے یہ خوابِ گراں تیرے لیے
ہے شہادت اک حیاتِ جاوداں تیرے لیے

سلطان کی نعش کے قریب کھڑا ہوا انگریز جرنیل فرطِ مسرت سے چیخنے لگا:

''آج سے ہندوستان ہمارا ہے''

4 مئی 1799ء کو اس مردِ مجاہد نے جامِ شہادت نوش کیا۔ ہر سال مئی کا مہینہ ہمیں ٹیپو سلطان کی یاد دلاتا ہے اور پوری مسلم قوم کو اپنے دین و وطن سے والہانہ محبت اور زندگی بھر اغیار کی غلامی کو قبول نہ کرنے کا پیغام دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے اکابرین کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین!

MAHMOOD SWEETS
Since 1978
SAMOSA
SOMETHING TO
SPICE UP
YOUR TEA TIME
ISO 9001 2015
ISO 22000 2005
Certified
DAkkS
Halal PS3733
FOOD MOOD
is an exclusive brand of
MAHMOOD SWEETS.
This range of products
is only available at
our DHA shop.
FOOD
MAHMOOD
Cakes, Bakes & Takes
Badar Commercial, DHA V Ext. Karachi. 0331-3251199
mahmoodsweets.com
@mahmoodsweetspakistan

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

مفتی محمد توحید

کیا فیکٹری کے پُرزے خریدنے یا بنوانے میں ملازم کمیشن لے سکتا ہے؟

سوال: زید ایک نجی فیکٹری میں ملازمت کرتا ہے اور اس فیکٹری میں مشینوں کے پُرزہ جات' جو روزانہ بیسیوں کی تعداد میں ناکارہ ہوتے رہتے ہیں' ان کو مختلف ورکشاپ سے بنواتا ہے یا خریدتا ہے' یہ اس کی ذمہ داری ہے۔ وہ جن کارخانوں یا ورکشاپوں سے پُرزے بنواتا یا خریدتا ہے' ان سے کمیشن لیتا ہے' کیوں کہ اس جیسے کام کرنے کے کئی کارخانے ہیں۔ اب اگر کسی کارخانے والا زید کو کمیشن دینے سے انکار کرتا ہے تو زید وہی چیز کسی اور کارخانے سے کمیشن کی بنیاد پر بنوانا شروع کر دیتا ہے' اس لیے ہر کارخانے والا جانتا ہے کہ کمیشن نہ دینے کی صورت میں زید کسی اور سے پُرزے بنوالے گا' لہٰذا اس مجبوری کی بنیاد پر وہ خوشی سے کمیشن دیتے ہیں' بل کہ بعض کارخانے والے تو خود ہی کمیشن دینے کی پیش کش کرتے ہیں۔

اس طرح سے زید کئی ہزار روپیہ تنخواہ کے علاوہ کماتا ہے۔ اگر اسے کمیشن لینے سے منع کرتے ہیں تو وہ دلیل یہ دیتا ہے کہ اگر ایک پُرزہ مارکیٹ میں 3 روپے کا ہے تو میں فیکٹری کو 3 روپے کا ہی دیتا ہوں۔ کارخانے والے بل بھی 3 روپے کے حساب سے دیتے ہیں' مگر رقم کی ادائیگی میں وہ ڈھائی روپے لیتے ہیں۔ رقم بھی وہی (زید) ادا کرتا ہے۔ فیکٹری کے مالک نے اسے کمیشن لینے کی اجازت نہیں دی اور نہ وہ کمیشن لینے پر خوش ہیں' مگر مالک کو کمیشن لینے کی خبر ہونے کے باوجود زید کو فیکٹری سے اس لیے فارغ نہیں کرتا کہ اسے معلوم ہے' جو بھی اس منصب پر ہوتا ہے' ایسا ہی کرتا ہے' لہٰذا وہ یہ سوچ کر زید کے خلاف کاروائی نہیں کرتا کہ اگر میں زید کی جگہ دوسرا ملازم رکھوں گا تو وہ بھی یہی کرے گا۔ اب آپ شریعت کی رُو سے بتائیں کہ زید کا یہ کمیشن لینا حلال ہے یا حرام؟

جواب: واضح رہے کہ کارخانے کا ملازم کارخانے کا نمائندہ ہوتا ہے' وہ کام بھی کارخانے کے وکیل اور نمائندے کی حیثیت سے کراتا ہے' اس لیے اس کو جو رعایت ملے گی' وہ بھی اس کی نہیں' بل کہ کارخانے کی ہے' اس لیے زید کا کمیشن وصول کرنا جائز نہیں' بل کہ خیانت اور بد دیانتی ہے۔ حق حلال کی کمائی میں برکت ہوتی ہے اور حرام کی کمائی دیکھنے میں تو خوشنما ہے' مگر یہ وہ زہر ہے جو اندر ہی اندر سرایت کرتا رہتا ہے اور بالآخر اس شخص کی دنیا و آخرت دونوں کو غارت کر دیتا ہے۔

آرٹ ڈرائنگ کی شرعی حیثیت

سوال: میرا بھائی بہترین آرٹسٹ ہے۔ ہم اسے ڈرائنگ ماسٹر بنانا چاہتے ہیں۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ آرٹ ڈرائنگ اسلام میں ناجائز ہے۔ وضاحت کریں کہ ڈرائنگ ماسٹر کا پیشہ اسلام میں درست ہے یا غلط؟

جواب: واضح رہے کہ آرٹ ڈرائنگ بذاتِ خود تو ناجائز نہیں' البتہ اس کا صحیح یا غلط استعمال اس کو جائز یا ناجائز بنا دیتا ہے۔ اگر آپ کے بھائی جاندار چیزوں کے تصویری آرٹ کا شوق رکھتے ہیں تو پھر یہ ناجائز ہے اور اگر ایسا آرٹ پیش کرتے ہیں جس میں اسلامی اصولوں کی خلاف ورزی نہیں ہوتی تو جائز ہے۔

ملبے تلے دب جانے والے کی نمازِ جنازہ کا حکم

سوال: اگر کوئی شخص کسی حادثہ کی صورت میں عمارت کے ملبے کے نیچے دب کر مر جائے اور بڑی کوشش کے باوجود وہاں سے نہ نکالا جا سکے تو اس کی نمازِ جنازہ کس طرح پڑھی جائے گی؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں اگر اس بات کا یقین یا غالب گمان ہو کہ میت کا جسم ابھی تک گَلا سڑا نہیں ہوگا تو پھر ملبے کے قریب کھڑے ہو کر اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی اور اگر میت کے گل سڑ جانے کا یقین یا شک ہو تو پھر اس کی نمازِ جنازہ ادا نہیں کی جائے گی۔

قبر بیٹھ جائے تو اسے کھود کر درست کرنے کا حکم

سوال: اگر پرانی قبر بیٹھ جائے یا نئی قبر پر مٹی ڈالنے سے پہلے جن پتھروں اور اینٹوں سے قبر کو ڈھکا جاتا ہے' وہ نیچے گر جائیں تو کیا ان اینٹوں کو قبر سے نکال کر دوبارہ درست کیا جا سکتا ہے؟ اور کیا ایسی صورت میں میت کو نکال کر دوسری قبر میں دفن کر سکتے ہیں؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں قبر اکھاڑ کر اندر کے پتھر وغیرہ درست کرنا یا میت کو نکال کر دوسری قبر میں دفن کرنا جائز نہیں ہے' بلکہ قبر کے اوپر مٹی ڈال کر درست کر دیا جائے۔

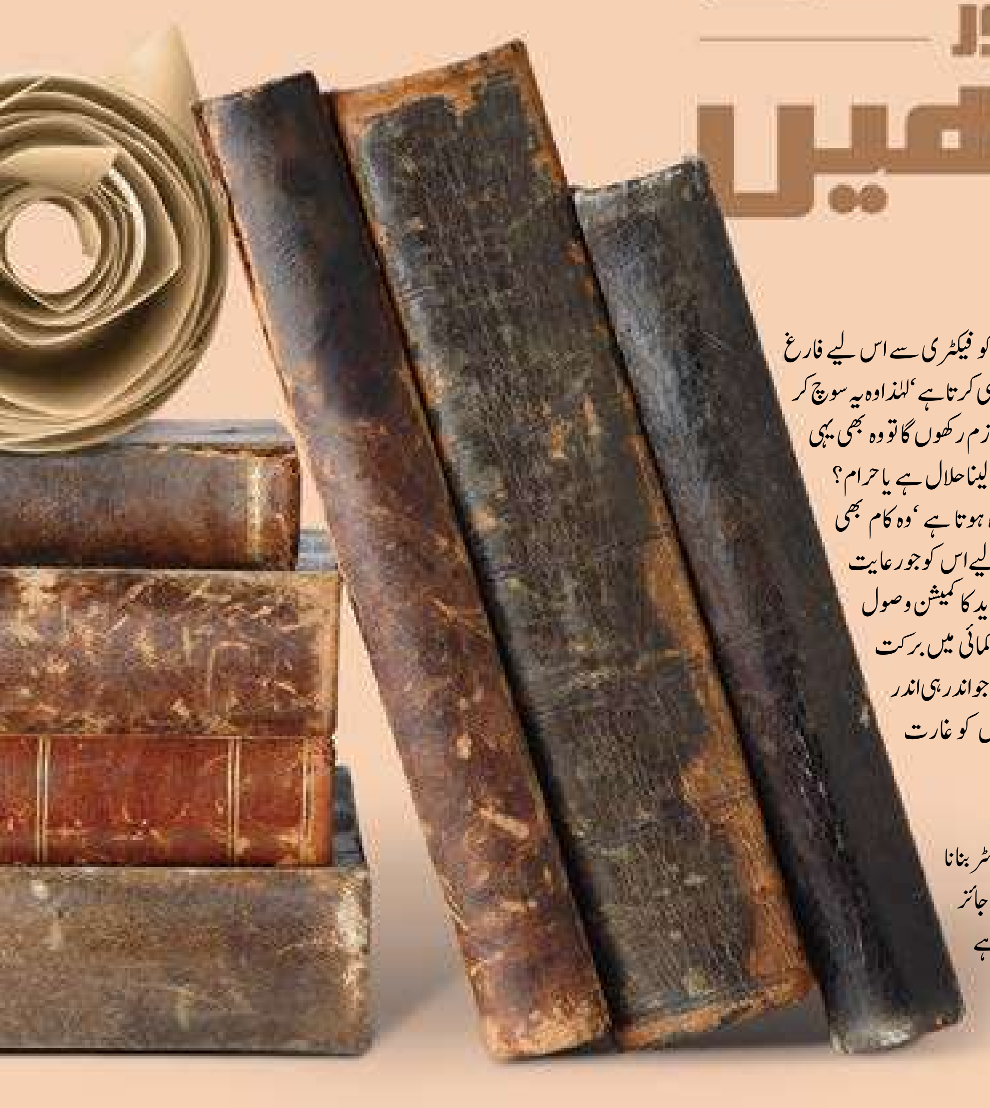

اذان اور کھانا کھانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا کرنے کا حکم

سوال: ہمارے علاقے میں دستور ہے کہ کھانا کھانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر ساری مجلس دعا کرتی ہے۔اسی طرح جب اذان ہوتی ہے اس وقت بھی بعض لوگ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتے ہیں۔اس کا شرعاً کیا حکم ہے؟

جواب: واضح رہے کہ اس کے بارے شریعت کا اصول یہ ہے کہ عام دعا کے لیے تو ہاتھ اٹھانا مستحب ہے‘ لیکن جہاں شریعت نے خاص مواقع میں خاص الفاظ کے ساتھ دعا کی تعلیم دی ہے‘ مثلاً: مسجد میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت‘ سونے کے وقت‘ سونے سے اٹھتے وقت‘ بیت الخلا میں داخل ہوتے اور نکلتے وقت وغیرہ۔ان مواقع میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھانا شرعاً ثابت نہیں۔ کھانے کے بعد اور اذان کے بعد کی دعا بھی اسی قسم میں داخل ہے‘ لہٰذا ان مواقع میں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا بدعت ہے۔

ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے کا حکم

سوال: اگر کوئی شخص بذریعہ ہوائی جہاز سفر کرنا چاہتا ہو تو دورانِ سفر نمازوں کا کیا حکم ہوگا؟ آیا ہوائی جہاز میں نماز جائز ہے؟ اگر جائز ہے تو کھڑے ہو کر پڑھنی ضروری ہے یا بیٹھ کر بھی پڑھ سکتے ہیں‘ نیز وضو اور قبلہ رخ ہونے کی کیا صورت ہوگی؟

جواب: واضح رہے کہ ہوائی سفر کے بھی عام احکام وہی ہیں‘ جو زمین پر سفر کے ہیں‘ البتہ ہوائی جہاز میں نماز ادا کرنے میں یہ تفصیل ہے کہ جب تک جہاز زمین پر کھڑا ہے یا زمین پر چل رہا ہے‘ اس وقت تک تو ریل کے حکم میں ہے‘ اس پر نماز بالاتفاق جائز ہے‘ لیکن جب وہ پرواز کر رہا ہو تو اس حالت میں بھی عذر کی وجہ سے نماز جائز ہے۔اگر کھڑے ہو کر ہوائی جہاز میں نماز پڑھ سکتا ہے تو کھڑے ہو کر ادا کرے‘ ورنہ بیٹھ کر پڑھے۔ ہوائی جہاز میں اکثر تو وضو کے لیے پانی مل جاتا ہے اور اگر پانی نہ ملے تو تیمّم جائز ہے‘ بشرطیکہ منزل پر اترنے تک نماز کا وقت فوت ہو جانے کا خطرہ ہو۔

جس شخص کا ہوائی سفر طویل ہو اور یہ اندیشہ ہو کہ بعض اوقات پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمّم کی ضرورت پڑے گی‘ اس کو چاہیے کہ کوئی مٹی کا برتن ساتھ رکھ لے‘ اس پر تیمّم ہو سکتا ہے یا کپڑے کے تھیلے میں مٹی بھر کر ساتھ رکھ لے‘ تھیلے کے اوپر تیمّم ہو جائے گا‘ جب کہ مٹی کی گرد کپڑے کے اوپر تک پہنچی ہوئی ہو‘ جس طرح ریل اور بحری جہاز کے سفر میں قبلہ رخ ہونا نماز کے لیے ضروری ہے‘ اسی طرح ہوائی جہاز میں بھی ضروری ہے۔اگر قبلہ کے رخ کا پتا نہ چلے اور کوئی بتلانے والا بھی نہ ہو تو اندازہ اور اٹکل سے کام لے کر رخ سیدھا کرے‘ جس طرف اس کا اندازہ قائم ہو جائے تو وہی اس کے لیے سمتِ قبلہ ہے۔اگر بعد میں بالفرض اندازہ غلط بھی معلوم ہو تو نماز صحیح ہو گئی‘ دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

گمشدہ چیز کا صدقہ کرنا

سوال: عرض یہ ہے کہ مجھے ایک عدد گھڑی دفتر کے باتھ روم سے ملی ہے‘ میں نے اس کی اطلاع قریب کے تمام دفتروں میں کر دی‘ قریبی مسجد میں اعلان کروا دیا۔اس کے علاوہ اشتہار لکھ کر مناسب جگہوں پر لگا دیا‘ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے اور اس کا اصل مالک مل جائے تو اس کی امانت اس کو واپس کر دوں۔اس واقعے کو عرصہ ڈیڑھ ماہ ہو چکا ہے‘ لیکن اس کا مالک نہیں ملا۔ معلوم یہ کرنا ہے کہ شرعی نقطۂ نظر سے اس کا حل کیا ہے؟ اس گھڑی کو اپنے ذاتی استعمال میں لانا کیسا ہے؟

جواب: صورتِ مسئولہ میں اگر اس کے مالک کے ملنے کی توقع نہ ہو تو اسے مالک کی طرف سے صدقہ کر دیا جائے‘ بعد میں اگر مالک مل جائے تو اس کو اختیار ہے کہ وہ اس صدقے کو جائز رکھے یا آپ سے گھڑی کی قیمت وصول کرے‘ یہ صدقہ آپ کی طرف سے سمجھا جائے گا اور اگر آپ گھڑی خود رکھنا چاہیں تو اس کی قیمت لگوا کر اتنی قیمت صدقہ کر دیجیے اور مالک ملنے کی صورت میں تفصیل وہی ہے‘ جو ابھی عرض کر دی۔

ضبطِ ولادت کی مختلف اقسام اور ان کا حکم

سوال: ضبطِ ولادت اور اسقاطِ حمل میں کیا فرق ہے؟ کونسا حرام ہے اور کونسا جائز؟

جواب: ضبطِ تولید کی مختلف اقسام ہیں: ۱۔مانع حمل دوائیاں یا گولیاں استعمال کرنا۔ ۲۔ حمل نہ ٹھہرنے کے لیے آپریشن کرانا۔ ۳۔ حمل ٹھہر جانے کے بعد اس کو دواؤں سے ضائع کرنا۔ ۴۔اسقاطِ حمل کرانا۔ ۵۔مادہ منویہ اندر جانے سے روکنے کے لیے پلاسٹک کوئل استعمال کرنا۔یہ سب اقسام ہیں۔

اگر فقر یا احتیاجی کے خوف سے یا کثرتِ اولاد کو روکنے کے واسطے مذکورہ صورتوں میں سے جس کو بھی اختیار کیا جائے گا‘ وہ ضبطِ تولید میں آئے گا اور ضبطِ تولید کا عمل کرنے اور کرانے والا دونوں گناہ گار ہوں گے۔

سینٹ کے استعمال کا حکم

سوال: آج کل بازار میں جو پرفیومز (سینٹ) ملتا ہے اس کو استعمال کرنا کیسا ہے؟ اور اس کو لگا کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟

جواب: واضح رہے کہ آج کل باہر ممالک سے جو مختلف قسم کے پرفیومز درآمد کیے جاتے ہیں ان میں الکحل یعنی اسپرٹ بھی شامل ہوتا ہے۔ان کے استعمال کے جائز اور ناجائز ہونے کے متعلق شرعی حکم میں کچھ تفصیل ہے: الکحل اگر انگور یا کھجور کی شراب سے بنا ہوا ہو تو وہ ناپاک ہے‘ اس لیے اس کا استعمال جائز نہیں اور اگر وہ انگور یا کھجور کے علاوہ کسی اور پاک چیز کی شراب سے بنا ہوا ہو تو وہ پاک ہے اور اس کا خارجی استعمال شرعاً جائز ہے۔آج کل پرفیومز میں جو الکحل استعمال ہوتا ہے وہ عموماً کھجور یا انگور کی شراب کا بنا ہوا نہیں ہوتا‘ بل کہ دوسری مختلف قسم کی چیزیں مثلاً: مکئی‘ جوار‘ گندم‘ بیر‘ آلو اور چاول وغیرہ سے بنا ہوا ہوتا ہے‘ لہٰذا ایسا پرفیوم شرعاً پاک ہے اور اس کے لگانے سے کپڑا ناپاک نہیں ہوگا‘ اس لیے اس کا استعمال جائز ہے اور اگر کسی نے ایسا پرفیوم کپڑے پر لگا کر نماز پڑھ لی تو اس کی نماز ادا ہو گئی۔

خیر خواہی کے لیے عربی زبان میں نصیحت کا لفظ استعمال ہوتا ہے ‘جس کا لغوی معنیٰ تو ”شہد کو خس و خاشاک سے پاک کرنا یا کپڑوں کو داغ دھبّوں سے صاف کرنا“ ہے اور معاشرتی مطلب یہ ہے کہ ہم اپنے معاشرے کے قابلِ اصلاح لوگوں کو شہد یا کپڑا تصوّر کریں اور ان کی خامیوں اور کوتاہیوں کو خس و خاشاک یا داغ دھبے جانیں۔
اس طرح ان لوگوں کی عظمت بھی ہمارے دِل میں برقرار رہے گی ‘اور خیر خواہی کے ساتھ اُن کی خامیوں سے بے زاری بھی۔

حقیقی خیر خواہی

سعد صفطین

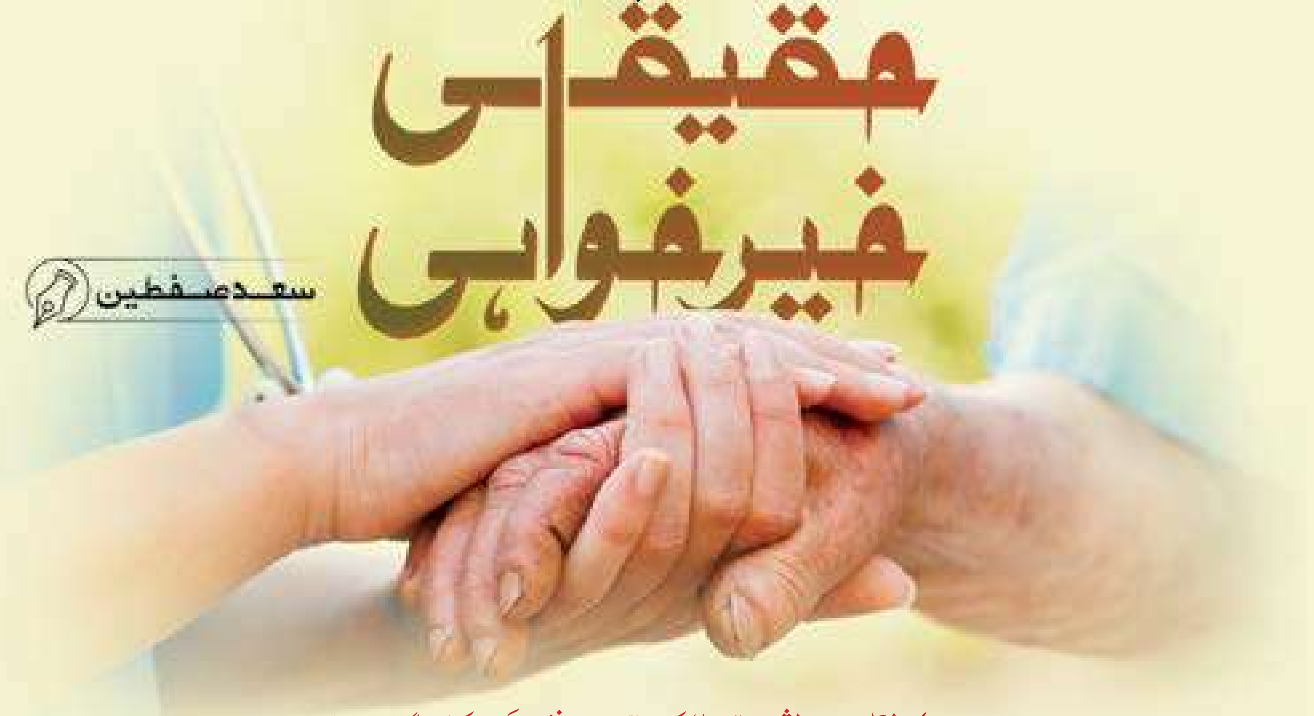

یہی معنیٰ ہے اس مشہور مقولے کا کہ : ”گناہ سے نفرت کرو نہ کہ گناہ گار سے۔“
شہد اور کپڑا اپنی ذات میں بے حیثیت اور بے مایہ نہیں ‘ بل کہ اسے کمتر جاننے والے کی عقل پر شک کیا جائے گا ‘
اسی طرح گناہوں میں مغلوب ہو جانے والے لوگ بھی امت کا قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں اور انھیں کسی بھی طرح کم تر نہیں سمجھنا چاہیے۔
آج ہمارے معاشرے میں ”خیر خواہی“ کا لفظ لکھا اور بولا تو جا رہا ہے ‘
لیکن شاید ہم اس کی حقیقت سے بڑی تیزی کے ساتھ دور ہوتے جا رہے ہیں اور یہ لفظ اب کتابوں کے صفحات میں بے روح و بے جان سا ہو کر رہ گیا ہے۔
خیر خواہی یہ ہے کہ ہر ایک اپنے ماتحت کی نگرانی دلی جذبے سے کرے۔ بے غرض اور بے لوث ہو کر جہاں ضرورت ہو ”اللہ کی رضا کے لیے اُسے صحیح راہ دکھلائے۔“
نفع بخش مشورہ دے ‘اس کے ساتھ جانی و مالی تعاون کرے ‘بقدرِ وُسعت اسے ہر قسم کے نقصان سے بچائے اور دور رکھے۔
ایک صورت تو یہ ہے کہ بھائی بھائی سے کہے : ”میں نے تو اسے بہت سمجھایا ‘پر اسے کرنی تو اپنی ہی تھی ‘اب خود ہی بھگتے ‘میں کیوں اس کا ساتھ دوں ؟“
دوسری صورت یہ ہے کہ بھائی حقیقی خیر خواہ بن کر یوں اپنا فرض نبھائے :
”کوئی بات نہیں... ہم دونوں مل کر اس غلطی کی تلافی کریں گے... میں آخر تک آپ کا ساتھ دوں گا۔“
آپ ہی بتائیں : ”کیا یہ جملہ سن کر دوسرا بھائی محبت سے قدموں میں نہیں گر پڑے گا ؟“
ایک طرف تو بعض والدین یہ کہتے ہیں :
”کر لی ناں اپنی...! ! اب جاؤ۔ ویسے بھی یہ تمہاری اپنی زندگی ہے ‘لہٰذا خود ہی اپنا مسئلہ حل کرو۔ ہمارے تجربات تو تمھیں بے کار لگتے ہیں ناں...! !“
اور اس کے مقابلے میں دوسرا والد وہ ہے جو مثبت رویہ اختیار کرتے ہوئے یہ کہتا ہے :
”بیٹا ! حوصلہ مت ہارو... زندگی میں بہت ٹھوکریں لگتی ہیں... دوسروں کی ٹھوکروں سے سیکھنا عقل مندی ہے... میں نے تمھیں معاف کیا۔“
کہیں اداروں میں استاد کا یہ رویّہ ہے : ”وہ جانے اس کا کام جانے ‘ وہ کوئی بچہ تھوڑی ہے جو اس کا ہاتھ پکڑ کر چلائیں اپنا نفع نقصان اسے خود سمجھنا چاہیے۔“
لیکن کچھ ایسے بھی اساتذہ ہوتے ہیں ‘جو یہ سمجھتے ہیں کہ بچوں نے ہم پر اعتماد کر کے ہمیں اپنا استاد تجویز کیا ہے ‘لہٰذا وہ قدم قدم پر ان کے بہترین رہنما ثابت ہوتے ہیں۔
آج کل کچھ نادان دوست بھی نقصان دیکھ کر خود تو پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور اپنے ساتھی کو پیچیدگیوں اور مشکلات میں چھوڑ جاتے ہیں۔
قارئین ! بعض اوقات ہمارے معاشرے میں کچھ لوگ نا سمجھی میں اپنے غلط فیصلوں پر اڑ جاتے ہیں۔ خیر خواہی یہ ہے کہ ہم ان سے دِل برداشتہ نہ ہوں ‘
بل کہ ہمیں اول تو انھیں سمجھانا چاہیے... اور دِل بڑا کر کے کسی بھی صورت ان کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہیے ‘
کیوں کہ بسا اوقات انھیں ان کے حال پر چھوڑنے سے ان کا دینی و دنیوی ‘ جانی یا مالی نقصان ہو جاتا ہے ‘
یہاں تک کہ بعض اوقات مسئلہ اتنا سنگین ہو جاتا ہے کہ انفرادی نقصان ‘اجتماعی نقصان میں بدل جاتا ہے۔
قارئین...! ! کیا آپ میری بات سے اتفاق کریں گے... اور اللہ نہ کرے ‘سو بار نہ کرے ‘کہیں ایسا تو نہیں کہ
چھوٹی چھوٹی غلطیوں پر کسی کو نادان سمجھ کر اس کے حال پر چھوڑنے والا آدمی کہیں خود غرضی ‘حبِّ جاہ ‘ عجب یا تکبر جیسے مہلک امراض میں مبتلا تو نہیں...؟؟

Your Friend In Real Estate

جُنید امِین

الحمدللہ پورے اطمینان اور بھروسے کے ساتھ
بحریہ ٹاؤن، ڈی۔ایچ۔اے سٹی اور ڈیفنس کراچی میں
محفوظ اور منافع بخش سرمایہ کاری۔
معلومات اور مشورے کے لیے

جُنید امِین

BAHRIA TOWN

DHA CITY

نزد مسجد بیت السلام، خیابان جامی، فیز 4، ڈیفنس، کراچی

021-35313254 - 0300-9213373 junaidameen@live.com

تعارف

دار چینی کو عربی میں قرفہ ،انگریزی میں CinnamonBark اور اس کا نباتاتی نام CinnamomumZeylanicum ہے۔
یہ درخت کی چھال ہے ،جس کی رنگت سرخی مائل زرد یا ہلکی سیاہی مائل ہوتی ہے۔ذائقہ قدرے شیریں تلخی لیے ہوتا ہے۔
اس کی کاشت زیادہ تر سری لنکا ،ہندوستان اور چین میں کی جاتی ہیں۔سری لنکا کی دار چینی سب سے زیادہ عمدہ اور خوشبودار ہوتی ہے۔
اطبّا نے اس کا مزاج گرم وخشک درجہ دوئم بتایا ہے۔قزوینی پہلا شخص ہے ،جس نے دار چینی کی طبّی خوبیوں کی مکمل تفصیل دنیا کے سامنے رکھی۔

نزلہ وزکام کا عارضہ...دارچینی سے خاتمہ

ماحولیاتی آلودگی خصوصاً فضائی آلودگی کی وجہ سے نزلہ ،زکام اور چھینکیں آنے کا عارضہ عام ہو گیا ہے۔
بعض لوگوں کو صبح ہوتے ہی ناک سے پانی بہنا شروع ہو جاتا ہے۔ان کے لیے مندرجہ ذیل نسخہ مفید ہے۔

ھوالشافی: برگِ بنفشہ : 6 گرام میتھی دانہ : 6 گرام دار چینی کا سفوف 3 گرام

تمام اجزا کو ایک گلاس پانی میں جوش دے کر چھان کر صبح نہار منہ پندرہ بیس دن تک پینے سے الرجی کی شکایت دور ہو جائے گی۔

ھوالشافی: اسی طرح دار چینی ،سونٹھ ،دانہ الائچی خورد ہم وزن پیس لیں اور قبل از غذا ایک سے تین گرام تازہ پانی کے ساتھ استعمال کرنے سے نظامِ ہضم کی اصلاح ہو گی اور معدہ بھی مضبوط ہو گا۔

فوائد

1۔دار چینی اعصابی تناؤ کم کرتی ،رنگ نکھارتی اور یادداشت تیز کرتی ہے۔
2۔دار چینی تشنج ،دمہ ،فالج ،کثرتِ حیض اور رحم جیسی بیماریوں کا شافی علاج ہے۔
3۔دار چینی کا استعمال بدہضمی کے لیے بھی مفید ہے۔
4۔بواسیر میں دار چینی کا لیپ لگانا مفید ہے۔
5۔دار چینی چبانے سے سانس کی بو جاتی رہتی ہے اور منہ کا ذائقہ بھی بہتر ہو جاتا ہے۔
6۔دار چینی کے خشک پتے اور چھال خوشبوؤں ،بخورات اور منجنوں کی تیاری میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔
7۔دانت کے درد میں روغنِ دار چینی میں روئی کا تر کیا پھایا لگانا مفید ہوتا ہے اس سے دانت کا درد ختم ہو جاتا ہے۔
8۔دار چینی کا سفوف ٹھنڈی ہوا لگنے سے ہونے والے سر درد میں پانی میں ملا کر ماتھے اور کنپٹیوں پر لیپ کرنے سے فوراً دور ہو جاتا ہے۔
9۔دار چینی کا سفوف چہرے پر پیدا ہونے والے کیلوں اور پھنسیوں کے خاتمے کے لیے چند قطرے لیموں کے رس میں ملا کر لیپ کرنا مفید ہے۔

10۔ کینسر کے مریض دواؤں کے ساتھ روزانہ ایک چائے کا چمچ پسی ہوئی دار چینی اور ایک کھانے کا چمچ شہد روزانہ دن میں تین بار لیں، بہت مفید ہے۔
11۔ کھانے کا صحیح طور پر ہضم نہ ہونا، پیٹ پھولنا، گیس کا پیٹ میں بھر جانا، بھوک صحیح طور پر نہ لگنا
ایسی تکالیف میں روغن دار چینی کے تین سے پانچ قطرے شکر میں ملا کر نیم گرم پانی سے لینا مفید ہے۔

دار چینی سے زکام کا بہترین علاج

دار چینی زکام کا بہترین علاج ہے۔ اس کا سفوف ایک گلاس پانی میں چٹکی بھر پسی سیاہ مرچ اور شہد کے ساتھ ابال کر پیا جائے تو یہ انفلوئنزا، گلے کی خراش اور ملیریا کا شافی علاج ہے۔ موسم برسات میں اس کا باقاعدہ استعمال فلو کے حملے سے روکتا ہے۔
اسی طرح دار چینی کا تیل شہد کے ساتھ ملا کر استعمال کیا جائے تو زکام میں افاقہ ہوتا ہے۔

دار چینی سے دودھ بھی ہضم

بعض لوگوں کو دودھ ہضم نہیں ہوتا اور لوگ اس کو بادی ہونے اور ریاح کی شکایت کرتے ہیں۔
ایسے حضرات اگر دودھ میں چٹکی بھر دار چینی کا سفوف ملا کر اسے جوش دے کر پئیں تو اس سے نہ صرف دودھ ہضم ہوگا بلکہ قوت ہضم بھی بڑھے گی۔

خواتین کے لیے بے شمار فوائد

ولادت کے بالکل قریبی دور میں دار چینی اور سہاگہ (بریاں) ہم وزن پیس کر صبح و شام تین تین گرام تازہ پانی کے ساتھ دینے سے زچگی میں آسانی ہو جاتی ہے اور وضع حمل کے بعد مہینہ بھر روزانہ رات کو دار چینی کا ایک چھوٹا ٹکڑا کھانے سے پندرہ سے بیس ماہ تک کے لیے حیض معطل ہو جاتا ہے، چناں چہ استقرارِ حمل ممکن نہیں رہتا۔
اس کا قدرتی فائدہ یہ ہے کہ اس کے مضر اثرات نہیں، بل کہ دار چینی بالواسطہ طور پر ماں کے دودھ میں اضافہ کا سبب بھی بنتی ہے۔

شہد اور دار چینی کا مرکب

شہد اور دار چینی کا مرکب بہت سی بیماریوں کو دور کر سکتا ہے، پھر سب سے اہم یہ کہ اس کے کوئی مضر اثرات بھی نہیں ہوتے۔
شہد اور دار چینی کو باہم ملا کر اسے روٹی یا ڈبل روٹی پر جام جیلی کے بجائے لگائیں اور روزانہ کھائیں۔
یہ شریانوں سے کولیسٹرول کو کم کرتا ہے۔ دل کے دورے سے بچاتا ہے۔ اس کا روزانہ استعمال ضیق النفس (دمہ) میں مفید ہے اور دل کی دھڑکن کو بہتر بناتا ہے۔

دار چینی اور شہد... شریانوں کی قوت کی بحالی کا سبب

جوں جوں عمر بڑھتی ہے دل کی شریانوں کی لچک میں کمی واقع ہوتی ہے اور رکاوٹ پیدا ہوتی ہے۔ شہد اور دار چینی سے شریانوں کی قوت دوبارہ بحال ہو جاتی ہے۔
دو کھانے کے چمچ شہد اور ایک چائے کا چمچ پسی ہوئی دار چینی کو 16 اونس قہوے میں ملائیں اور کولیسٹرول کے مریضوں کو دیں۔
اس قہوے کو تیار کر کے تھوڑا تھوڑا دن میں تین مرتبہ پلایا جائے تو پرانے سے پرانا مرض بھی ٹھیک ہو جاتا ہے۔

دار چینی سے... موٹاپا کم، صحت مند

مٹاپا کم کرنے کے لیے دار چینی کا سفوف ایک چائے کا چمچ اور شہد کھانے کا ایک چمچ گرم پانی میں حل کر لیں اور روزانہ صبح ناشتے سے آدھا گھنٹہ پہلے اور رات سونے سے پہلے پئیں۔
اگر یہ عمل روزانہ کیا جائے تو وزن کم ہو جاتا ہے اور اس کے مستقل استعمال سے جسم میں فاضل چربی بھی نہیں بن پاتی۔

گنج پن کا وافی علاج

جن لوگوں کے سر کے بال گر رہے ہوں یا گنج کی شکایت ہو تو گرم روغنِ زیتون میں ایک بڑا چمچ شہد اور ایک چائے کا چمچ پسی ہوئی دار چینی ملا لیں اور نہانے سے تقریباً پندرہ منٹ پہلے سر میں لگائیں اور پھر سر دھو لیں۔ یہ لیپ صرف پانچ منٹ کے لیے لگایا گیا تو بھی موثر پایا گیا۔

دار چینی کا عرق... سریع الاثر ہے

دار چینی کا عرق قوت ہاضمہ کے لیے بہت مفید ہے۔ ریاح کو خارج کرتا ہے۔ برودت (ٹھنڈک) اور یرقان میں مفید ہوتا ہے اور بھوک بڑھاتا ہے۔
نسخہ: دار چینی کی مقدار خوراک ایک سے دو گرام (پسی ہوئی) ہے۔ اس کا مقررہ مقدار میں استعمال بہت مفید ہوتا ہے۔
البتہ اس کا بکثرت اور دیر تک استعمال مناسب نہیں ہوتا، بل کہ یہ متلی قے اور قبض کا سبب بن جاتی ہے۔

بفیضانِ دعا: خواجہ خواجگان حضرت خواجہ خان محمد صاحب

پاکستانی تاریخ کی سب سے کامیاب رئیل اسٹیٹ لاؤنچ

بحریہ ٹاؤن کراچی

BAHRIA TOWN
AUTHORIZED
DEALERS

Ali Saqlain®
REAL ESTATE & BUILDERS

Hafiz Abdul Khaliq
0323-2000313
Abdul Hakeem 0321-3365484

Office No: 29 Jinnah Avenue Commercial Bahria Town Karachi

چھوٹا سا پودا

مسرت مظہر

اتوار کی چھٹی کے بعد پیر کی گہما گہمی شروع ہو چکی تھی۔ صباحت کا گھر چوں کہ مین روڈ پہ تھا' اس لیے صبح 6 بجے سے ہی شور شرابہ' اسکول وینز کا دھواں' اخبار والوں کی موٹر سائیکلوں اور سائیکلوں کی گھنٹیوں کا شور...ایک افرا تفری کا عالم ہوتا۔ صبح 9 بجے حسینہ اور اس کی بیٹی آجاتیں' جو کہ صباحت کے کام کاج میں مدد کرتی تھیں' جنھیں عرفِ عام میں ماسیاں کہا جاتا ہے۔ ریحانہ حسینہ کی پانچویں بیٹی تھی' وہ چار بیٹیوں کی شادیاں کم عمری میں ہی کر چکی تھی۔ ریحانہ بہت ذہین اور نیک لڑکی تھی اور کچھ نہ کچھ ہاتھ پیر مارتی رہتی تھی' اس کا چھوٹا بھائی جو کہ 8 بہنوں کے بعد پیدا ہوا' وہ اسکول جاتا اور ریحانہ اس کی کتابوں سے ہر چیز یاد کر لیتی اور صباحت کو فر فر سناتی' اس کے ساتھ ساتھ قرآن اور کئی مسنون دعائیں بھی وہ یاد کر کے سناتی تھی۔ ریحانہ اکثر صباحت سے کہتی کہ باجی اگر موقع ملتا تو میں ضرور کچھ بنتی۔ حسینہ کی محبت کا مرکز صرف اور صرف اس کا بیٹا عبد القادر تھا' جسے وہ پہلے قادر کہتی تھی۔ صباحت نے کئی بار اسے سمجھایا کہ اپنے بیٹے کو عبد القادر کہا کرو' مگر وہ اکثر قادر ہی کہا کرتی تھی۔ صباحت نے حسینہ کی نفسیات سمجھتے ہوئے' اسے سمجھاتے ہوئے کہا کہ اگر تم اپنے بیٹے کو عبد القادر کہو گی تو اسے زیادہ برکت ملے گی' پھر کیا تھا' وہ اور آج کا دن...حسینہ کی زبان سے عبد القادر ہی سنا' اگر اس کی کوئی بیٹی غلطی سے قادر کہتی تو وہ اسے قہر آلود نظروں سے گھورتی اور اپنے مخصوص انداز میں بولتی: ''چندری...(منحوس) کنّی واری تینوں بولا اے...عبد القادر بولا کر!!''

خیر...ایک دن ریحانہ نے آکر صباحت کو بتایا: ''باجی! سامنے والے فلیٹ میں ایک گھر ہے' جہاں میں کام کرتی ہوں۔ اس گھر میں آنٹی سلائی کرتی ہے' اگر آپ کو کپڑے سِلوانے ہیں تو بتائیں اور وہ سِلائی بھی سکھاتی ہے۔'' یہ سن کر صباحت کو اچانک ایک اچھا خیال آیا۔ صباحت بولی: ''ریحانہ! تم سلائی سیکھو نا...!!''

ریحانہ نے مایوسانہ انداز میں کہا: ''کہاں باجی!! پہلے ٹائم تو ملے' پھر اماں بھی تو نہیں مانے گی۔''

''میں اپنے گھر کے کام میں سے تمہاری ماں کا ہاتھ بٹا دیا کروں گی...تم ارادہ تو کرو۔'' صباحت نے تفصیلاً کہا۔ دوسرے دن جب معمول کے مطابق حسینہ آئی تو صباحت نے اس سے ریحانہ کی سلائی کے بارے میں بات کی تو حسینہ نے کوئی دلچسپی نہ ظاہر کرتے ہوئے کہا: ''اس کی اماں کو آتی ہے سلائی' جو یہ سیکھے گی۔''

''دیکھو حسینہ! یہ سیکھے گی تو اپنی چھوٹی بہنوں کو بھی سکھائے گی اور ایک ہُنر ہو گا تو گھر گھر گھومنے کے بجائے گھر بیٹھے ہی روزی کما لے گی۔''

صباحت نے حسینہ سے کہا: ''کم از کم تم معلومات تو لو کہ کیا ٹائم اور کتنی فیس ہے؟'' حسینہ نے بے دلی سے اس کی بات سنی اور کام میں لگ گئی۔

ریحانہ بڑی خوش تھی کہ کم سے کم کسی نے اس کے بارے میں سوچا تو سہی' مگر اس کی آنکھوں کی چمک اداسی میں بدل جاتی' جب وہ کہتی کہ اماں نہیں مانے گی۔

ایک ہفتہ گزر گیا...گاہے بگاہے صباحت حسینہ سے کہتی رہی کہ معلوم کیا...؟؟ آخر ایک دن صباحت نے حسینہ کو پکڑ ہی لیا کہ جاؤ! ابھی معلوم کر کے آؤ...! حسینہ نے خوش آمدانہ انداز میں دانت نکال کر ہنستے ہوئے بڑے لاڈ سے کہا:

''باجی! کل چلی جاؤں گی نا...آج میری کمر میں بہت درد ہے۔''

صباحت بھی بات پہ اڑی ہوئی تھی' وہ بولی: ''نہیں' نہیں...! آج ہی چلی جاؤ...ورنہ کل پھر تم کوئی اور بہانہ بنا لو گی۔''

حسینہ کمر پر ہاتھ رکھ کر بادلِ نخواستہ اونہہ اونہہ کرتے ہوئے اٹھی' جیسے کہ اس کی کمر میں سچ کا درد ہو اور کن اکھیوں سے صباحت کی طرف دیکھتی ہوئی باہر کی طرف خراماں خراماں بڑھی کہ شاید باجی کو مجھ پر ترس آجائے۔ خیر...حسینہ بیگم! معرکہ سَر کر کے واپس آئیں اور ساری تفصیلات صباحت کو بتائیں تو صباحت نے کہا: ''بس! کل سے ریحانہ سلائی سیکھے گی اور اس کی فیس میں دوں گی اور اس سے گھر کا کام کاج بھی کم لوں گی اور یہ میرے کام کے اوقات میں سلائی سیکھنے جایا کرے گی۔ اب تو کوئی اعتراض کی وجہ نہیں ہے نا حسینہ...!'' آخر کار حسینہ کو ہتھیار ڈالنا ہی پڑے۔ ریحانہ بہت خوش تھی۔ آج وہ پہلی بار سلائی سیکھنے جا رہی تھی' لہٰذا وہ اپنے سلائی کے تھیلے کو بڑے پیار سے سیٹ کر رہی تھی...وقت گزرتا گیا اور 5 ماہ میں ریحانہ بہترین سلائی سیکھ چکی تھی۔ حسینہ کو کسی نے سلائی مشین دی تھی' جو اس نے ریحانہ کو دے دی تھی اور ریحانہ اس پر پورے گھر کے کپڑے سینے لگی تھی اور آہستہ آہستہ آس پڑوس کے لوگ بھی اسے سلائی دینے لگے تھے جس کی وجہ سے ریحانہ نے صباحت کے علاوہ تمام گھروں کا کام چھوڑ دیا تھا۔ (بقیہ ص 36 پر)

ماواں ٹھنڈیاں چھاواں

روبینہ قدیر

تیرے ہاتھوں کی کرامت کی تو بات ہی کچھ اور ہے ماں
مجھ کو تو تیرے قدموں کی مٹی بھی شفا دیتی ہے

''ماں'' ممتا سے بھرا کتنا خوب صورت نام ہے۔اردو میں ''ماں''،انگریزی میں ''Mother'' اور ترکی میں ''آنم'' کہتے ہیں۔ماں کا رشتہ بہت بے مثال ' محبت سے بھرپور اور با وقار ہوتا ہے۔ماں کا نام ہی محبت کا ہے۔ماں ہوتی ہی سراپا شفقت کا پیکر ہے۔ماں کے رشتے میں اتنی کشش ہوتی ہے کہ چاہے وہ اپنے بچے کو ڈانٹے' دھتکارے'مارے اور سزا دے'مگر بچہ پلٹ کر ماں کی ہی آغوش میں آتا ہے اور وہ ہی ماں 'اسے محبت سے اپنے سینے سے لگا لیتی ہے۔ بقول شاعر :

لبوں پہ جس کے کبھی بد دعا نہیں ہوتی
بس ایک ماں ہے جو مجھ سے خفا نہیں ہوتی

ماں کی محبت کی تو قدرت بھی قائل۔پروردگارِ عالم نے جب اپنے بندے سے محبت کی مثال دی تو ماں کی مثال دی کہ وہ اپنے بندے سے ستّر ماؤں سے بھی زیادہ بڑھ کر محبت کرتا ہے۔ماں کا رشتہ بہت مقدس اور پاکیزہ ہوتا ہے۔ چاہے کتنی بھی پتھر دل عورت ہو'مگر اولاد کے معاملہ میں وہ نرم ہوجاتی ہے'یہاں تک کہ وہ اپنے بچے کی غلطی خود پر لے کر خود کو سزا کا ذمہ دار ٹھہرالیتی ہے۔دنیا میں ہر سال ''مئی کے دوسرے ہفتے'' کو ماں کا عالمی دن محبت سے منایا جاتا ہے'اس دن لوگ اپنی ماؤں کو تحفے تحائف دے کر ماں کی محبت کا حق ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں' حالاں کہ ماں کا دن تو روز ہی ہونا چاہیے'سال کا ہر دن ماں کے نام ہونا چاہیے'ہر ہر لمحہ ماں کے لیے ہونا چاہیے۔کہتے ہیں کہ کسی نے ماں سے سوال کیا: ''اگر آپ کے قدموں سے جنت لے لی جائے اور آپ سے کہا جائے کہ کچھ اور مانگو تو آپ اللہ سے کیا مانگیں گی؟'' ماں نے جواب دیا: ''میں اپنی اولاد کا نصیب 'اپنے ہاتھوں سے لکھنے کا حق مانگوں گی'کیوں کہ اس کی خوشی کے آگے میرے لیے ہر جنت چھوٹی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے ماں کو اتنا اعلیٰ اور اَرفع مقام دیا ہے کہ اس کے پیروں تلے جنت رکھ دی۔اولاد'ماں کی خدمت کرے'اسے خوش رکھے اور اس کی ضروریات کو پورا کرے تو اس اولاد کو سیدھا جنت میں مقام حاصل ہوجائے گا۔حضرت نعمان رضی اللہ عنہ'ایک مشہور صحابی ہیں۔آپ ﷺ نے ان کی آواز جنت میں سنی تھی۔جنت سے ان کی تلاوت کی آواز آرہی تھی۔آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے ان کے اس مقام کی وجہ پوچھی تو ربِّ کائنات نے فرمایا: ''اس کو یہ رتبہ ماں کی خدمت اور فرماں برداری کی وجہ سے ملا ہے۔'' ماں اپنے ہر بچے سے محبت کرتی ہے'اس کا بچہ کالا ہو یا گورا'بد صورت ہو یا خوب صورت' وہ اسے جان سے بڑھ کر عزیز ہوتا ہے'اگر کسی ماں کا بچہ معمول کے مطابق گھر نہ آئے تو ماں بے چین ہو کر اس کی راہ دیکھتی ہے۔ کبھی کھڑکی پر'کبھی دروازے پر۔جب پریشانی زیادہ بڑھتی ہے تو اس کے دوستوں سے پوچھتی ہے اور ساتھ ساتھ گھر کے کام بھی کرتی جاتی ہے'دوسرے بچوں کو کھانا بھی دیتی ہے'لیکن اس کا دھیان اسی بچہ پر اٹکا ہوا ہوتا ہے کہ نجانے کہاں ہوگا میرا لختِ جگر؟ پتا نہیں کس حال میں ہوگا؟اور جب تک بچہ واپس گھر نہیں آجاتا'تب تک وہ بے چین رہتی ہے۔اگر بچہ بیمار ہو تو وہ پوری پوری رات جاگ کر بچے کو دم دوا کرتی ہے۔اولاد کے لیے ماں کی ممتا بہت حساس ہوتی ہے۔مرزا ادیب نے اپنا ایک دلکش واقعہ تحریر کیا ہے کہ ''ابا جی مجھے مارتے تھے تو ماں جی بچا لیتی تھیں۔میں نے سوچا کہ اگر ماں جی پٹائی کریں گی تو ابا جی کیا کریں گے؟ یہ دیکھنے کے لیے میں نے ماں جی کا کہنا نہ مانا۔انھوں نے کہا: ''بازار سے دہی لاؤ۔'' میں نہ لایا۔انھوں نے کہا: ''نہالو۔'' میں نہ نہایا۔انھوں نے سالن کم دیا تو میں نے زیادہ پر اصرار کیا۔انھوں نے کہا : ''چٹائی کے اوپر بیٹھ کر کھانا کھاؤ۔'' میں زمین پر بیٹھ کر کھانے لگا۔ میں نے اپنا لہجہ بھی گستاخانہ رکھا۔مجھے پوری توقع تھی کہ ماں جی ضرور ماریں گی' مگر انھوں نے مجھے سینے سے لگا کر کہا: پُتر! ماں صدقے'تو بیمار تے نہیں؟؟ اس وقت میرے آنسو تھے کہ رکنے کا نام ہی نہیں لے رہے تھے۔'' ماں کی دعائیں ہر وقت انسان کے ساتھ رہتی ہیں۔گھر سے نکلتے وقت سے لے کر'گھر لوٹ آنے تک ماں کی دعائیں سایہ کیے رہتی ہیں۔ماں کی دعا عرش پر جا کر قبول ہوجاتی ہے۔امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پیدائشی نابینا تھے۔ان کی ماں نے دن رات دعائیں کیں اور ان کی بینائی ماں کی دعاؤں کے وسیلے سے لوٹ آئی'جس طرح ماں کی دعا فوراً قبول ہوتی ہے'اسی طرح عرش پر ماں کی بد دعا بھی فوراً جاتی ہے۔ماں کی بد دعا سے عرش ہل جاتا ہے۔ماں اگر اپنی اولاد کو بد دعا دے تو زندگی کے کسی نہ کسی حصے میں وہ بد دعا اولاد پر ضرور اثر انداز ہوتی ہے۔اللہ ربّ العزت! ہم سب کو اپنے ماں باپ کا فرماں بردار بنائے۔آمین

گھر سے نکلا میں ماں کی دعائیں لے کر
گردشیں لوٹ گئیں میری بلائیں لے کر

ماحول کی برکت

بنت گوہر

"اُف...!! صبح صبح اٹھنا...ابھی تو میٹرک کے امتحانات ختم ہوئے تھے' پتا نہیں امی کو کیا سوجھی کہ یہاں "مدرسہ" میں داخلہ کروادیا۔میں نے کیا کیا خواب دیکھے تھے۔کالج جانا تھا مجھے....یہ ظلم ہے بھائی۔"

عائشہ مسلسل بڑبڑا رہی تھی۔قصہ کچھ یوں تھا کہ اس کی امی نے اس کا ایک سالہ مدرسے کے کورس میں داخلہ کروادیا تھا' جس کا اسے بڑا غصہ تھا۔ہونا ہی ہے....بڑا ظلم ہے نا!

آج عائشہ کا مدرسے میں پہلا دن تھا' وہ مدرسے میں داخل ہوئی ہی تھی کہ سامنے کا منظر اسے بڑا عجیب لگا۔مکمل طور پر پردے میں ڈھکی چھپی لڑکیاں داخل ہو رہی تھیں' سب اسے ایسے سلام کر رہی تھیں' جیسے اسے پہلے سے جانتی ہوں۔عائشہ کچھ اور آگے بڑھی تو کچھ لڑکیاں بھاگ بھاگ کر مدرسہ کی صفائی کرتی ہوئی دیکھیں اور سب سفید دوپٹہ پہنے ہوئے تھیں' شاید ان کی بریک چل رہی تھی!

خیر وہ بھی پوچھ پوچھ کر اپنی کلاس میں پہنچی۔سب پڑھنے میں مصروف تھیں اور وہ دس منٹ لیٹ تھی۔

"اب یقینا میری شامت آئی!" اس نے دل ہی دل میں سوچا۔

"السلام علیکم! میں نئی طالبہ ہوں۔" اس نے بمشکل کہا۔

وہ معلّمہ سے مخاطب ہوئی۔معلّمہ نے مسکرا کر کہا: "وعلیکم السلام! آئیں' بیٹھیں۔"

عائشہ کرسی پہ جا کر بیٹھ گئی۔اب اس نے جائزہ لیا تو سب اسے اسی کی طرح لگیں۔سب رنگین برقعوں میں تھیں۔

"شکر ہے رنگین برقعے کی بھی اجازت ہے۔" اس نے سوچا۔

یوں پورا دن گزر گیا۔اس نے کورس لے لیا۔چھٹی میں اس کے کورس میں تفسیر القرآن' معارف القرآن اور چند اور کتابیں شامل تھیں۔بیگ پورا بھر گیا تھا' چھٹی میں بھی وہی منظر دیکھنے کو ملا' سب کالی پوشاکیں پہنی ہوئی ڈھکی چھپی جا رہی تھیں۔اسے یہ دیکھ کر بڑی کوفت ہوئی۔

"حد ہے...!! اب اتنا بھی کیا پردہ۔" اس نے زچ ہو کر کہا۔

چند دنوں کے بعد اب عائشہ اپنے معمولات سے کچھ کچھ مانوس ہو گئی تھی۔آج جمعہ تھا' اس لیے تعلیم کا اہتمام تھا۔اب وہ معلّمہ کی بات بغور سننے لگی تھی:

"طالبات...! نئے سال میں آپ سب کو خوش آمدید۔اللہ کرے' اس سال ہم اپنے اندر مثبت تبدیلیاں پیدا کر سکیں۔ایک سالہ اور درجۂ عامّہ (عالمہ کا پہلا سال) والوں کے لیے سب نیا نیا ہوگا۔باقی سب کے لیے' سب پرانا ہے' مگر یہ علم تو ہے ہی عمل کا نام' یہ علم تو اتنا ہی آئے گا' جتنا عمل میں ہوگا۔پہلے لباس کے بارے میں بات کرتے ہیں۔ہماری آئیڈیل کون ہیں؟؟ صحابیات رضوان اللہ علیھن اجمعین نا! پھر ہم لباس کس کا پہننا پسند کرتی ہیں؟؟ کیا ہم' سب کو اپنی زیب وزینت دکھانے کے لیے گھر سے نکلتیں ہیں...؟؟ نہیں نا! پھر کیسا لباس ہونا چاہیے ہمارا...؟"

معلّمہ اور بھی بہت کچھ کہہ رہی تھیں' مگر وہ ان الفاظ میں ہی کھو گئی تھی۔یہ معلّمہ کون تھی؟ یہ طالبات کون تھیں؟ یہ سب کس دنیا کے تھے؟ اتنا خالص اسلام...!! عائشہ کو اس کی امی اکثر درس میں بھیج دیا کرتی تھیں' (زبردستی) وہاں پر بھی اس نے رنگین یا تنگ برقعے دیکھے تھے۔

اس کے ذہن میں تو آیا ہی نہیں کہ وہ غلط ہے یا اس کا لباس غلط ہے' جو کام امی کی دو سال کی نصیحتیں نہ کر سکیں تھیں' وہ چند الفاظ نے کر دیا تھا۔بس چند الفاظ نے...!!

گھر میں سب حیران تھے' یہ وہی عائشہ تھی' جس نے پہلی مرتبہ برقعہ پہننے پر اتنا واویلا کیا تھا۔امی کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔

اب کالے برقعہ اور نقاب والی عائشہ مدرسہ آیا کرتی تھی' اس کی دعاؤں میں بھی نمی گھل جاتی تھی' وہ بھی سنتوں پر عمل کرنے لگی تھی۔بڑے درجہ کی طالبات سے بھی' اس کی اچھی سلام دعا ہو گئی تھی۔یہ معلمات اور طالبات کا خلوص ہی تھا' جس نے اسے دین کی طرف کھینچا تھا' ورنہ وہ تو عاجز تھی اس ماحول سے۔واقعی محبت کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ہمیں بھی چاہیے کہ اپنی محبت کو درست کریں۔

خط نمبر 40

محمد دانش

باپ کا بیٹی کے نام خط

حسد سلگتی آگ

میری سعادتمند بیٹی۔ ہزار ہا دعائیں

بیٹی! آپ تو جانتی ہیں کہ حسد جسم میں سلگتی ہوئی ایک ایسی آگ ہے جو اُس کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ جب کسی کو حسد ہوتا ہے تو حاسد دوسرے شخص کو نقصان پہنچانے کے درپے ہو جاتا ہے۔ اُس کی غیبت کرتا ہے اور اسے جانی یا مالی نقصان پہنچانے کی فکر میں لگا رہتا ہے، جس کی وجہ سے وہ بڑے بڑے گھناؤنے جرم کر بیٹھتا ہے اور بڑے بڑے گناہوں میں گِھر جاتا ہے۔ قرآن مجید میں حاسد کے حسد سے پناہ مانگنے کی تلقین کی گئی ہے۔ سرورِ دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"حسد سے بچو کیونکہ وہ نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے لکڑیوں کو آگ کھا جاتی ہے" (مشکوٰۃ)

علمائے کرام نے فرمایا کہ حسد حرام ہے۔ حسد حرام ہونے کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے جو کچھ دیا ہے، حکمت کے بغیر نہیں دیا۔ حسد کرنے والا یہ چاہتا ہے کہ نعمت فلاں شخص کے پاس نہ رہے تو در حقیقت یہ اللہ تعالیٰ پر اعتراض ہے کہ اس نے اس کو کیوں نوازا، حاسد کو اس حال میں کیوں نہ رکھا۔ ظاہر ہے کہ مخلوق کو خالق کے کام میں دخل دینے کا کوئی حق حاصل نہیں ہے۔

حاسد دنیا و آخرت میں اپنا ہی بُرا کرتا ہے۔ دنیا میں حاسد کے لیے حسد خود ہی ایک عذاب ہے، جس کی آگ حاسد کے سینے میں بھڑکتی رہتی ہے اور جس سے حسد کیا جاتا ہے، اُس کا کچھ نہیں بگڑتا۔ ایک دانشور کا قول ہے "حاسد سے انتقام لینے کے خیال میں پڑنے کی ضرورت نہیں، یہی انتقام کافی ہے کہ تم کو خوشی ہوتی ہے تو اُس خوشی سے اُسے رنج پہنچتا ہے۔"

کہا جاتا ہے کہ خواتین میں مردوں کی نسبت حسد کا مادّہ زیادہ ہوتا ہے۔ کسی کے حسن سے حسد، دولت سے حسد، علم و ہنر سے حسد، گھر، زیور اور کپڑوں سے حسد، شوہر، بچوں اور خوشگوارِ ازدواجی زندگی سے حسد، صحت، تندرستی اور خوشیوں سے حسد، عزت و وقار حتیٰ کہ زندگی سے بھی حسد کیا جاتا ہے اور حسد کی آگ میں جلنے والے حاسد کو ایک پَل کی راحت اور چین نصیب نہیں ہوتا۔

حسد کا جذبہ فطری نہیں، بل کہ ذہنی رویّہ ہے۔ اگر انسان کو اس حقیقت کا یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے نعمتوں سے نوازتا ہے اور بغیر حساب دیتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اللہ کا یہ بھی فرمان ہے کہ "انسان کو وہی ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔" لہٰذا حسد سے بچنے کا طریقہ یہی ہے کہ ہم حتیٰ الامکان محنت اور کوشش کریں، تاکہ ہمیں بھی نعمتیں حاصل ہوں اور ساتھ ہی ساتھ اللہ تعالیٰ سے بھی مانگتے رہیں، پھر جو کچھ بھی عطا ہو اس پر شاکر اور صابر رہیں، کیوں کہ شکر ادا کرنے سے اللہ نعمتوں میں اضافہ فرماتے ہیں۔

ایک مفکّر کا قول ہے کہ "جو کچھ تمہارے پاس نہیں، اس کے غم میں جو کچھ تمہارے پاس ہے، اس کا لطف مت گنواؤ۔"

بیٹی! دنیا میں کسی نعمت اور کسی چیز کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ کچھ لوگ ہیں جن کے پاس ان کی فراوانی ہے اور کچھ ایسے بھی لوگ ہیں، جن کو دو وقت کی روٹی بھی میسر نہیں ہوتی۔ آپ کو جو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، اُس پر راضی رہیں اور اس کا شکر ادا کریں، اپنے سے کم تر کو مدِّ نظر رکھیں۔ اپنی نعمتیں بڑھانے کے لیے کوشش اور دعا جاری رکھیں۔ دوسروں پر اگر کبھی رشک آ بھی جائے تو اسے حسد میں تبدیل نہ ہونے دیں۔ اس طرح آپ ایک مطمئن پُر سکون زندگی بسر کر سکیں گی۔

حضرت عبداللہ ابن مبارکؒ بڑے مفسّر اور محدّث گزرے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں جب تک اپنے سے زیادہ حیثیت والے لوگوں کو دیکھتا رہا تو ہر وقت پریشان رہتا تھا اور جب میں نے اپنے سے کم حیثیت والوں کو دیکھا تو طبیعت میں سکون آ گیا۔

دعا گو

آپ کے ابو

St. Ives

ORIGINAL SWISS FORMULA

Brighten Up!
with

AMERICA'S NO.1 & AWARD WINNING
Scrub Brand

Your face comes first, and when it looks great, you do too.

100% Natural Extracts
Paraben Free
Oil Free
Dermatologist Tested
Hypoallergenic

AT A PRICE, EVERY ONE CAN AFFORD

COMPLETE RANGE OF ALL **SCRUBS BODY LOTION & BODY WASHES**
AVAILABLE AT ALL MAKEUP CITY OUTLETS & LEADING STORES NATION WIDE

وہ اثرات کچھ کلمات کے ہوتے ہیں۔ دیکھو جب کوئی ہماری تعریف کرتا ہے تو ہم پر اثر ہوتا ہے نا؟ اسی طرح جب کوئی ہمیں برا بھلا کہے تو ہمارے مزاج پر اثر ہوتا ہے۔ اسی طرح مثلاً کوئی چیز ہمیں ڈس لے تو پھر ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔ ہمارے جسم میں روح ہے، جو مادی نہیں ہے۔ اس پر معنوی اور غیر معنوی چیز اثر کرتی ہے۔" ذیمل نے پلکیں جھپکیں "جادو میں عموماً شیاطین یا ستاروں سے مدد لی جاتی ہے، مطلب غیر اللہ سے مدد طلب کرنا۔ تبھی جادو کو شرک کہا جاتا ہے۔" تبھی بہت آہستگی سے اس نے اپنا چہرہ بالکل ذیمل کے سامنے کردیا اور وارننگ دیتے ہوئے بولی: "ایک اور اہم بات... وہ یہ کہ اثرات جیسے بھی ہوں، ہوتے اللہ کے حکم سے ہی ہیں، جس کا ذکر قرآن میں بھی آیا ہے کہ "جو لوگ بھی جادو سیکھتے ہیں، جس سے وہ میاں بیوی کے درمیان جدائی ڈال دیں تو ظاہر ہے کہ اللہ

کے حکم کے بغیر وہ اس ذریعے سے کسی کو بھی ضرر نہ پہنچا سکتے تھے۔ دیکھو! جب عام بیماری پھیلتی ہے تو اس کا اثر کسی کسی پر ہوتا ہے۔ اس کا وائرس موجود ہوتا ہے، مگر اثر ایک پر بھی نہیں ہوتا، بالکل اسی طرح جادو کا اثر بھی ہر ایک پر نہیں ہوتا۔ بندہ اللہ سے مدد مانگے تو محفوظ رہ سکتا ہے۔" اس کے سامنے وہ لڑکی کیا تھی صبر و شکر کا پیکر۔ اتنے دکھ اور اتنا صبر، وہ حیرتوں کے سمندر میں ڈوب رہی تھی۔

"کیا جادو برحق ہے؟" ذیمل نے انتہائی آہستگی سے پوچھا۔ اس کے سوال پر انھوں نے آنکھیں کچھ دیر بند کی۔ بند آنکھوں پر کچھ موتی، اس کی جھولی میں آگرے۔

"جادو بالکل برحق ہے، اس کا اثر ہوتا ہے، مگر صرف تب جب اللہ چاہے، کیوں کہ اصل اختیار ہر صورت میں اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ قرآنِ پاک میں آتا ہے: "جادوگر کامیاب نہ ہوگا، جہاں سے چاہے آئے۔" حضور ﷺ سب سے زیادہ ذکر کرنے والے تھے، ان پر بھی اللہ کے حکم سے کچھ اثرات ہوگئے تھے، کیوں کہ اللہ کے رسول ﷺ کے ذریعے امت کو سکھانا مقصود تھا۔ ایسے موقع پر انسان کو صبر سے کام لیتے ہوئے اللہ سے مدد طلب کرنی چاہیے۔" بہت سے سوالات و ابہام اس کے ذہن میں ابھرے تھے، جن کو وہ کرنا چاہتی تھی "حضور ﷺ پر جب جادو کیا گیا تو اس کا اثر یہ تھا کہ آپ ﷺ خیال فرماتے کہ میں نے یہ کام کرلیا ہے، مگر آپ ﷺ نے نہیں کیا ہوتا تھا۔" ذیمل نے پھر سوال کیا۔ اسے اپنا آپ بہت پُرسکون لگ رہا تھا۔ اس کا ہر عضو کان بن گیا تھا۔ وہ بہت غور سے سن رہی تھی۔ "عام جادو اور کالے جادو میں کیا فرق ہے؟" وہ رکی اور ہوا میں ایک گہرا ٹھنڈا سانس خارج کرنے کے بعد اپنے مخصوص ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی: "عام جادو تعویذ کے ذریعے سے کروایا جاتا ہے اور کالے جادو میں عموماً گندگی، نجاست سے قرآنی آیات لکھی جاتی ہیں۔ شیاطین کو خوش کرنے کے لیے قرآن کو دبایا جاتا ہے (معاذاللہ)۔ قرآن کی آیات کو الٹا لکھا جاتا ہے، بعض اوقات قتل کر کے بھی جادو کروایا جاتا ہے، بعض اوقات ڈراؤنے خواب آتے ہیں، ڈراؤنے چہرے نظر آتے ہیں، کپڑے کاٹے جاتے ہیں۔" ذیمل کو خوف سے جھرجھری آنے لگی۔ اسے پھر سے اپنے پرانے خواب اور چہرے نظر آنے لگے، اس نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ وہ جانتی تھی کہ مدد تو اللہ کی طرف سے ہے، مگر طبِ نبوی میں علاج تو ہوگا۔ انسان کی قسمت میں بلاشبہ وہی مصیبت، تکلیف آتی ہے، جتنی خدا نے اس کے لیے لکھ دی ہے، اگر انسان اللہ سے مدد مانگے تو نفع ہے، کیوں کہ تکلیف تو اپنے وقت پر ہی ختم ہوگی۔ حدیث شریف میں آتا ہے "ہر بیماری کی دوا ہے۔" مایوس کبھی

نہیں ہونا چاہیے'اس لیے کہ مایوسی کفر ہے۔جب اللہ "کُنۡ" کہے گا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔اس وقت آپ کا امتحان ہو گا کہ آپ اللہ سے کتنی مدد طلب کرتی ہیں اور غیر اللہ سے کتنی۔کچھ باتیں ذہن نشین کر لو: شیاطین ہمیشہ گندگی پر زیادہ اثر انداز ہوتے ہیں' گندگی تو خود دعوت دیتی ہے جادو کو۔"وہ تو نہانے کی انتہائی چور تھی۔

"میں علاج کے ذریعے دم کروا سکتی ہوں یا طبِ نبوی سے مدد لیں؟"انتہائی بوجھل لہجہ میں ذیمل ایک دفعہ پھر بولی۔"قرآن مجید کی تلاوت کریں'سنیں۔خاص طور پر سورۂ فاتحہ پڑھیں'کیوں کہ سورۂ فاتحہ کو سورۂ شفا بھی کہتے ہیں۔سورۂ بقرہ پڑھیں'اس طرح صبح وشام کے اذکار پڑھیں' آیت الکرسی پڑھیں۔دم کروا سکتے ہیں'حدیث کے مطابق دم میں کوئی حرج نہیں ہے'جس میں شرک نہ ہو اور یقین رکھیں کہ سب کچھ اللہ کے حکم سے ہوتا ہے اور چار قل پڑھیں'جو جادو کے لیے الاپے گئے ہیں۔بیت الخلا میں جاتے ہوئے دعا پڑھا کریں'کیوں کہ شیاطین گندگی میں رہتے ہیں اور سب سے زیادہ صبر سے کام لیں اور دعا کیا کریں۔لوگ حسد'تکلیف کی وجہ سے یا پھر اپنے کسی مقصد کی تکمیل کے لیے جادو کرواتا ہے۔عموماً یہ کام ہمارے اپنے ہی کرتے ہیں۔کوئی بھی آپ کو اس آدمی کا نام نہیں بتا سکتا'خواہ مخواہ کسی پر شک نہ کریں۔اللہ پر یقین رکھیں۔برائی چھپنے سے بھی نہیں چھپتی'اللہ کبھی نہ کبھی یہ بھید کھول دیتا ہے۔آپ بس..."

اس نے اپنے ہاتھ ذیمل کے مخمل جیسے ہاتھ کے اوپر رکھ دیا"صبر کریں"اور اس نے اچانک اپنے ہاتھ کی انگلی آسمان کی طرف کر دی"اور اس ذات پر یقین رکھو وہی سب بہتر کرے گا۔بس ضرورت یقین کی ہے'دل سے کی گئی دعا کی ہے'دعا زبان سے نہیں دل سے کرو۔"انھوں نے اسے دعا دے کر رخصت کیا اور جو دل ایمان سے خالی تھا'اسے بھر دیا۔وہ وہاں سے نکل کر گاڑی کی طرف آ رہی تھی'جہاں پر اس کے ماموں ہمایوں صاحب اس کا انتظار کر رہے تھے۔وہ رو رہی تھی'اس کی ہچکیاں بندھ گئی۔ماموں جان حیرت سے ذیمل کو دیکھ رہے تھے۔

"ہمایوں ویلا"جہاں کل تک میوزک کی دھن ہوتی تھی'آج وہاں سے بڑی خوب صورت تلاوت کی آواز آ رہی تھی۔جب سے ذیمل واپس آئی تھی'وہاں پر تلاوت کی آواز تھی۔ماموں جان اور ممانی دونوں خوش تھے۔بار بار ذیمل خود سے سوال کر رہی تھی: کیوں؟آخر کیوں میں بھول گئی اس ذات کو جو ستر ماؤں سے بڑھ کر محبت کرنے والی ذات ہے۔کیوں نہیں کیا میں نے اس ذات پر یقین؟ میرے اللہ... میرے اللہ... مجھے معاف کر دے۔مدتوں بعد وہ مصلیٰ لائی'اس نے نماز کے لیے جائے نماز بچھائی تو اس کے آنسو جیسے تھم سے گئے۔اس نے نماز کے لیے ہاتھ اٹھائے "اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ" پر آ کر پھر اس کا ضبط جواب دے گیا۔وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اور جب نماز ختم کرنے کے بعد اپنے ہاتھ دعا کے لیے اٹھائے تو اس کی زبان اس کا ساتھ دینے سے انکار کر گئی۔بہت تکلیف میں تھی وہ۔دو سال سے نجانے اس نے کہاں کہاں سے شفا نہیں ڈھونڈی تھی'مگر کیوں بھول گئی وہ اللہ کی ذات کو...؟؟ اسے رونا آ رہا تھا اپنی لاپروائی پر'اپنی لاعلمی پر اور اپنے رب کی محبت پر۔وہ دعا مانگ رہی تھی: "اے میرے رب! اب بس کر دیں۔اگر یہ آزمائش ہے تو پھر بھی ختم کر دے اور اگر امتحان ہے تو بھی میں پورا نہیں اتر سکتی"وہ دونوں ہاتھ جوڑ کر'رو رو کر رب کریم سے فریاد کناں تھی"کون ہے یا اللہ! جس نے مجھے یہ تکلیف دی۔میرا دشمن مجھے دکھا دے'تاکہ میں آئندہ کے لیے احتیاط کر سکوں۔"وہ دل سے رو رو کر'یقین کے ساتھ'اپنے رب کریم سے دعا کر رہی تھی۔تبھی اسے اپنے کمرے کی طرف کوئی جاتا ہوا دکھائی دیا'وہ دیوانہ وار بھاگ کر کمرے کی طرف آئی'مگر کمرے کے پاس پہنچ کر اس کے قدم من من بھاری ہو گئے۔ذیمل نے آہستگی سے کمرے میں جھانکا تو وہ ذیمل کے جہاز سائز کے بیڈ کا گدا اٹھا کر نیچے کچھ رکھ رہا تھا۔ذیمل پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ذیمل کو زینب کے الفاظ یاد آ رہے تھے"اور ہاں! جادو کرنے والے عموماً اپنا ہی ہوتا ہے"نہیں'نہیں! وہ چیخنا چاہتی تھی'مگر نجانے کیسے وہ صبر کر گئی اور آنے والا جلد بازی میں اسے دیکھ نہ پایا۔صرف دو منٹ بعد اس کی چیخوں سے پورا گھر گونج اٹھا۔وہ رو رہی تھی'رونا چاہتی تھی'چیخنا چاہتی تھی اپنے ہر ہر نقصان پر'اپنی ہر تکلیف پر۔اس کے پیارے ماموں'ممانی اور مریم ایک منٹ میں اس کے پاس تھے۔"ذیمل! کیا ہوا...؟؟"

ذیمل اب مزید برداشت نہ کر پائی اور اپنے حواس کھو بیٹھی۔جب ہوش آیا تو اس نے اپنے اوپر ماموں کو جھکا ہوا پایا۔پہلے تو اسے کچھ سمجھ نہ آیا۔ممانی اور مریم اسے ہوش میں آتا دیکھ کر بھاگ کر اس کی طرف آئے۔اس کی آنکھوں کے سامنے بے ہوش ہونے سے پہلے والا منظر آنے لگا۔وہ مزید اپنے اوپر ضبط نہ کر پائی اور وہ اپنے سارے غموں اور تکلیفوں کو یاد کر کے پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔ماموں نے پیار سے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور بہت پیار سے مخاطب ہوا: "ذیمل'میری جان...!"اس نے بے ساختہ نظریں اٹھا کر ماموں جان کی طرف دیکھا۔

"ماموں! مجھے اپنے کمرے میں جانا ہے۔"

"لیکن بیٹا! آپ کو ابھی تو ہوش آیا ہے۔آپ کمرے میں ضرور جائیں'مگر آدھے گھنٹہ بعد چلے جایے گا۔"

"ماموں!...مجھے... کچھ دکھانا ہے۔مریم! میرے کمرے کے بیڈ کے نیچے میری کالی شال پڑی ہے'وہ لے آؤ۔"مریم بھاگ کر اس کے کمرے میں گئی اور جب واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں ذیمل کی شال تھی'جو جگہ جگہ سے کاٹی ہوئی تھی اور دو'تین جگہ اس میں گرہیں لگی ہوئی تھی۔ذیمل نے آنکھیں بند کر کے سورۃ الناس پڑھی اور ایک گرہ کھول دی'پھر سورۃ فلق پڑھی اور دوسری گرہ کھول دی'پھر سورۃ اخلاص پڑھی اور تیسری گرہ کھول دی۔آنکھیں بند کر کے وہ اب سورۃ کافروں پڑھ رہی تھی اور گرہ کھول رہی تھی'شال میں سے اس کے بال گر رہے تھے'جو بندھے ہوئے تھے باریک دھاگے کے ساتھ اور ساتھ میں تعویذ تھے۔گرہ کھولنے کے بعد وہ اپنے آپ کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کر رہی تھی۔ماموں'ممانی اور ماریہ حیرت سے ایک ٹِک ذیمل کی طرف دیکھ رہے تھے۔"ماموں جان! آپ کو پتہ ہے یہ سب..."وہ روتے ہوئے ماموں سے پوچھ رہی تھی اور ماریہ قدم بہ قدم پیچھے ہٹے جا رہی تھی'اس کے چہرے سے ہوائیاں اڑ رہی تھی'قریب تھا کہ وہ گر جاتی'مگر ماموں کے مضبوط بازو نے اسے سہارا دے کر گرنے سے بچا لیا۔"میں یہ بات آپ کو..."وہ ہچکیوں کے درمیان بول رہی تھی"قطعاً بھی نہیں بتاتی'مگر میں صرف یہ...پوچھنا...چاہتی...ہوں ممانی جان!...کیوں کیا آپ نے ایسا؟؟"

مصطفیٰ اور ہمایوں پر تو جیسے پہاڑ گر پڑا ہو' دو منٹ تک تو انھیں اپنی سماعت بند ہوتی ہوئی محسوس ہوئی۔ ''شاید وہ تکلیف اتنی نہ تھی... جتنی... مجھے تکلیف دینے والی کو جان کر ہوئی ہے... کیوں کیا آپ نے ایسا... آخر کیوں؟؟'' آخر ہمایوں کے بے جان وجود میں جان آ ہی گئی' وہ دیوانہ وار ماریہ بیگم کو مارنے' پیٹنے لگا: ''کیوں تکلیف دی تم نے میری یتیم بھانجی کو' میں ایک ایک پائی کا حساب لوں گا تم سے۔''

''چھوڑ دیں ماموں جان... !''

''ذیمل! ہٹ جاؤ تم۔'' مگر وہ پیچھے نہیں ہٹ رہی تھی' وہ ماریہ ممانی کو اپنی طرف گھسیٹ رہی تھی۔

''نکل جاؤ... ابھی اسی وقت میرے گھر سے' میری نظروں سے...''

''نہیں' ماموں جان! آپ ایسا نہیں کر سکتے' ممانی نے میرے ساتھ برا کیا اور میں...'' اس نے زور سے آنکھیں بند کیں' اس کی بند آنکھوں سے موتی برسنا شروع ہو گیا ''ممانی جان کو ... ہر تکلیف... معاف کر رہی ہوں۔''

''لیکن میں اسے معاف نہیں کروں گا۔'' ایسے میں ماریہ بیگم ہاتھ جوڑے کھڑی رو رہی تھی' وہ کتنی بے حس' بے رحم تھی۔ اس معصوم لڑکی پر کتنے ظلم کے پہاڑ توڑے تھے اور ذیمل آج بھی اپنے اعلیٰ ظرف ہونے کا ثبوت دے رہی تھی۔ اسے ذیمل سے نفرت نہیں تھی' بل کہ وہ تو ذیمل سے پیار کرتی تھی' مگر آج ماریہ خود سے سوال کر رہی تھی: پھر کیوں میں نے اس معصوم لڑکی کو اتنی تکلیف دی؟ اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا' سوائے حرص کے۔ اس سے پہلے کہ ہمایوں اسے دھکے دے کر نکالتا' وہ بے جان وجود کو گھسیٹتی ہوئی ہمایوں کی زندگی اور گھر' دونوں سے نکل آئی۔

اسے ہوس تھی زیادہ پیسے کی۔ ذیمل بے شک اسے عزیز تھی' مگر بہو کے روپ میں قطعاً بھی نہیں اور یہ بات وہ مصطفیٰ اور ہمایوں سے نہیں کہہ سکتی تھی۔ وہ اپنی بہو تو کرنل آفندی کی بیٹی کو بنانے کی جستجو میں تھی۔ مسز آفندی نے تو خود کہا تھا: اکلوتی کرنل کی بیٹی' جو اپنے ساتھ ڈھیروں جہیز اور وراثت لاتی' جس پر اس کا بیٹا راج کرتا۔

خاندان اور شہر میں اس کی فرینڈز' برادری والیاں اسے رشک سے دیکھتی' تو کچھ حسد سے دیکھتی۔ یہی سوچ تھامے اس نے ذیمل پر!... اس کا وہ باپ' جس نے آج تک یہ نہیں پوچھا کہ وہ زندہ بھی ہے یا مر گئی ہے' وہ جہیز خاک دیتا' اس نے تو مصطفیٰ کا بھلا چاہا تھا اور مصطفیٰ ہی اس کے آنسوؤں سے اس کا دامن بھگوئے گا۔

''مصطفیٰ میں نے تمہاری بھلائی کے لیے یہ سب کیا تھا۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے' ذیمل کی تکلیف دیکھ کر اس بچی کو جسے میں نے ماں بن کر پالا ہے' اسے تکلیف میں دیکھ کر میرا دل تڑپ اٹھتا تھا' مگر مجھے تمہارا خیال آتا...''

''بس کریں امی! بس کریں... آپ نے اپنی خوشی کے لیے کتنے سارے لوگوں کو تکلیف دی ہے۔ آپ نے صرف ذیمل کو نہیں' مصطفیٰ کو بھی زخمی کیا ہے۔ آپ کو کیا لگتا ہے کہ آپ نے صرف ذیمل کو تکلیف دی ہے؟ آپ نے بابا جان اور مجھے بھی تکلیف دی ہے۔ یہ دو سال صرف ذیمل نے اذیت میں نہیں گذارے' اگر وہ بے سکون تھی تو آپ کا بیٹا بھی سکون میں نہیں تھا۔ آپ نے دوسروں کو تکلیف دے کر یہ کیسے سوچ لیا کہ آپ اور میں خوش رہیں گے۔ امی! جو دوسروں کے لیے گڑھا کھودتے ہیں' وہ سب سے پہلے اس کنویں میں گرتے ہیں' مگر ذیمل کا بہت اعلیٰ ظرف ہے' وہ خود کو قصوروار سمجھ رہی ہے' آپ کا گناہ گار سمجھ رہی ہے۔ تبھی اپنے آپ کو وہ ساری تکلیف بھول کر آپ کو... ہاں! امی جو کام آپ کا بیٹا نہ کر پایا وہ کام ذیمل کر رہی ہے۔''

ہمایوں ولا کا منظر بدل چکا تھا۔ ایک بوڑھی عورت جائے نماز بچھائے بیٹھی تھی' اس کے بالکل پاس چار سال کی خوب صورت سے پنک فراک میں ملبوس' پنک پونی لگے کھیل رہی تھی۔ اچانک بھاگ کر' دادی جان' دادی جان کہتے ہوئے اپنی دادی کے پاس آئی۔ اس کے ہاتھ میں خوب صورت سی ایک رنگ برنگی تتلی تھی۔

''یہ دیکھیں...!'' وہ منہ بسور کر کہہ رہی تھی ''مما کہتی ہیں کہ میں اسے چھوڑ دوں' اگر میں اسے نہیں چھوڑوں گی تو یہ مر جائے گی۔ دادی جان! میں تو اس سے پیار کرتی ہوں بہت زیادہ'' وہ آنکھیں بند کر کے اپنی محبت کا یقین دلا رہی تھی ''دادی جان! کیا کوئی پیار کرنے سے بھی مر جاتا ہے؟'' وہ آنکھوں میں آنسو لیے دادی جان سے پوچھ رہی تھی۔ بوڑھی آنکھیں ماضی میں کھو گئی۔

''ہاں بیٹا! پیار کرنے سے بھی کوئی مر جاتا ہے' جب آپ کسی سے بہت زیادہ پیار کرتے ہوں یا کوئی آپ کو پیار کرتا ہو تو پھر توقعات بڑھ جاتی ہیں اور جب توقعات پوری نہیں ہوتیں... تو مر جاتے ہیں...!'' وہ معصوم سی بچی حیران ہو کر اپنی دادی جان کی طرف دیکھ رہی تھی' جس کے آنسو بہہ رہے تھے۔

''دادی جان! آپ روئیں نہیں۔ میں اسے چھوڑ دیتی ہوں۔'' وہ کتنی پیاری اور حساس تھی' بالکل اپنی ماں کی طرح۔ بلیک اور وائٹ سوٹ میں ملبوس ذیمل چائے کا کپ پکڑے لاؤنج میں آئی تو اپنی پیاری ممانی جان کو روتا دیکھ کر تڑپ اٹھی۔ ماموں جان کی وفات سے ممانی بالکل بدل کر رہ گئی تھی' بل کہ ممانی جان تو بدل کر ہی اس گھر میں آئی تھی' وہ ممانی جان سے گلے لگ کر رو رہی تھی۔

تب ہی وائٹ سوٹ میں ملبوس ہنستا مسکراتا مصطفیٰ انھیں یوں روتا دیکھ کر ساکت ہو گیا اور اس کے ذہن کے ایک کونے میں مفتی صاحب کی باتیں گردش کرنے لگی کہ بے شک جو دوسروں کے لیے گڑھے کھودتے ہیں' وہ اس کنویں میں پہلے خود گرتے ہیں۔ ممانی جان نے ذیمل کو تکلیف دی اور آج ذیمل کی ہی محتاج تھی۔ ذیمل اعلیٰ ظرف کی مالکہ تھی' وہ جانتی تھی اگر آج اس نے ممانی جان کو معاف نہ کیا تو کل قیامت کے دن اللہ رب العزت بھی معاف نہیں کرے گا' وہ انسان تھی' بشر تھی اور انسان خطا کا پتلا ہوتا ہے۔ کل اس سے بھی کوئی خطا' کوئی غلطی ہو سکتی تھی۔ کم از کم ممانی جان کو معاف کر کے اپنے رب سے یہ تو کہہ سکتی ہے کہ میرے مولا! میں نے اسے معاف کیا' جس نے مجھے تکلیف دی۔ تُو مجھے معاف کر دے' جو میں نے گناہ کیا۔ جب ہم یہ سوچ کر کسی کو معاف کرتے ہیں کہ کل اللہ رب العزت بھی ہمارے گناہوں پر ہمیں معاف کر دے گا تو اللہ ضرور معاف کر دیتا ہے۔ مصطفیٰ کھڑا سوچ رہا تھا کہ بے شک ذیمل اس کی بہت بڑی نیکی کا صلہ ہے۔

MILLAT™
Quality Plastic Products

PARUS PLASTIC (Pvt) Limited.
Phone: +92 21 32593162, 0324 2266627, 0331 00PARUS (0072787)
E-mail: trade.enq@parusplastic.com | Website: www.parusplastic.com
Customer Feedback: cus.feedback@parusplastic.com

MANUFACTURER OF
- Kitchen Ware
- Bathroom Ware
- House Hold
- Food & Other Packagings

سفید دانت

فوزیہ خلیل

آج بہت دنوں کے بعد ماموں جان آئے تھے۔اقصیٰ اور طٰہٰ ان کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ماموں جان کے ساتھ سب کئی مرتبہ باہر گھومنے بھی گئے۔بہت مزہ آرہا تھا۔ماموں جان کا گھر حیدر آباد میں تھا‘اس لیے اقصیٰ اور طٰہٰ کے ابو‘ان کو سمندر دکھانے بھی لے کر گئے۔اس شام اقصیٰ اور طٰہٰ اپنا ہوم ورک کرنے کے بعد صحن میں بیٹھے تھے۔دونوں چپس کھارہے تھےاور کولڈ ڈرنکس پی رہے تھے کہ ماموں جان اندر داخل ہوئے۔’’السلام علیکم !ماموں جان...آیئے‘آپ بھی کھایئے۔‘‘طٰہٰ بولا۔’’ماموں جان !ایک بات تو بتایئے !آپ کے دانت اتنے خوب صورت اور چمک دار کیسے ہیں؟میرے اور طٰہٰ کے دانت تو اتنے سفید نہیں ہیں؟‘‘اقصیٰ بولی۔

’’بیٹا!چائے اور کافی کی زیادتی نقصان دہ ہوتی ہے‘اس میں کیفین ہوتی ہے‘جو دانتوں کو سخت نقصان پہنچاتی ہے اور پھر تم دونوں کولڈ ڈرنکس بہت زیادہ استعمال کرتے ہو‘اس میں ڈالا گیا سوڈا تو بہت خطرناک ہوتا ہے‘یہ دانتوں کی بالائی چمک دار سطح کو خراب کرتا ہے‘اِس میں شکّر بہت زیادہ ہوتی ہے۔میں ان سب چیزوں سے پرہیز کرتا ہوں۔کولڈ ڈرنک تو بالکل نہیں پیتا۔مٹھائی‘چاکلیٹ سے پرہیز کرتا ہوں۔‘‘ماموں جان نے تفصیل سے جواب دیا۔

’’پھر ہم کیا کھایا کریں؟‘‘اقصیٰ نے سوال کیا۔’’خشک میوے دانتوں پر بالائی سطح پر موجود داغوں کو مٹانے کا کام کرتے ہیں‘یہ دانتوں کی سفیدی کو چمکاتے ہیں۔بادام‘کاجو اور اخروٹ بہت شوق سے کھاتا ہوں۔‘‘’’اور اس کے علاوہ...؟‘‘طٰہٰ نے پوچھا۔’’اپنی غذا میں دودھ کی مصنوعات کا استعمال بڑھانا چاہیے۔پنیر اور دہی بہت مفید ہیں‘یہ چیزیں دانتوں کو چمک دار بنانے کے لیے مددگار ہوتی ہیں۔‘‘

’’اور کچھ بتایئے ماموں جان!!‘‘اقصیٰ نے فوراً کہا۔’’جب سلاد بناؤ‘تو اس میں پھول گوبھی اور کچی پیاز استعمال کرو۔کچی پھول گوبھی دانتوں کے داغ مٹانے کا کام کرتی ہے اور چمک دار بناتی ہے‘اِسی طرح کچی پیاز بھی ہے۔عموماً پیاز کو لوگ کھانا پسند نہیں کرتے‘لیکن پیاز میں سَلفر ہوتا ہے‘جو دانتوں کی سطح پر پیلا پن سے روکتا ہے اور انھیں چمکاتا ہے۔بُھنی ہوئی پیاز ایسا نہیں کر سکتی‘اس لیے پیاز کچی ہی کھانی چاہیے‘البتّہ میں مسجد جانے سے پہلے کچی پیاز نہیں کھاتا‘یہ مکروہ ہے اور کسی نمازی کو میری وجہ سے اِس کی بُو محسوس نہ ہو۔‘‘ماموں جان نے بتایا۔’’ماموں جان!آپ اپنے دانت کس طرح صاف کرتے ہیں؟‘‘

’’میں ہر فرض نماز سے پہلے مسواک کرتا ہوں اور روزانہ سونے سے پہلے دانتوں کو بُرش کرتا ہوں‘اس سے دانت چمک دار ہونے کے ساتھ ساتھ مضبوط بھی ہوتے ہیں۔‘‘انھوں نے کہا۔’’آئندہ سے ہم ایسا ضرور کریں گے ماموں جان...!!‘‘دونوں نے ہم آواز ہو کر کہا۔

چھوٹا سا پودا

سلائی کرتے کرتے ریحانہ کے پاس اچھی خاصی رقم جمع ہو چکی تھی‘جو کہ وہ امانتاً صباحت کے پاس رکھواتی تھی۔صباحت نے ریحانہ کو مشورہ دیا کہ تم اب اپنا سلائی سینٹر کھولو‘تاکہ تمہارے گاؤں کی اور بچیاں بھی یہ ہُنر سیکھیں...مگر پھر سے حسینہ کو منانے کا مرحلہ بیچ میں آگیا۔

حسینہ بولی:’’باجی!یہ پیسے میں عبدالقادر کے لیے رکھوں گی۔‘‘حسینہ چوں کہ اس کی دکھتی رگ جانتی تھی‘لہٰذا اس نے سمجھاتے ہوئے حسینہ سے کہا:’’حسینہ!ذرا سوچو...سینٹر چلے گا تو اور زیادہ پیسے آئیں گے اور جب زیادہ پیسے جمع ہوں گے‘تب ہی تو تم عبدالقادر کے لیے زمین لے سکو گی‘جو تمہاری سب سے بڑی خواہش ہے۔‘‘حسینہ یہ سن کر خوشی خوشی مان گئی اور اس طرح انھوں نے ان پیسوں سے چار نئی سلائی مشینیں خریدلیں۔ریحانہ کا سینٹر چلنے لگا‘وہ اپنی کامیابیوں کا تذکرہ کرتے کرتے وقت صباحت کو ڈھیروں دعائیں دیتی اور صباحت خود کو تھپکی دیتی کہ کم سے کم اپنے حصے کا چھوٹا سا پودا اسی نے لگادیا ہے‘باقی اللہ تعالیٰ اس کو تناور درخت بنادے‘تاکہ اس کی چھاؤں میں کئی خاندان ستا سکیں۔

اگر ہم ایک انسان کو بھی معاشرے کا فعّال شہری بنا سکیں تو قطرہ قطرہ دریا بنتا جائے گا۔ماسیاں بھی پاکستان کی شہری ہیں...اگر ہر عورت اپنے گھر کے کام کاج کے ساتھ ساتھ‘ان کی دینی اور اخلاقی تربیت کی کوشش کرے تو ایک عورت کے سُدھر جانے سے ایک نسل سُدھر سکتی ہے۔اللہ ہم سب کو توفیق اور ہمت دے۔آمین

یہ ملائشیا کا ایک گاؤں تھا جہاں صبح کا وقت تھا۔ بہت لوگ رضائی اوڑھے سو رہے تھے۔ دھوپ نکلی ہوئی تھی۔ حمزہ کے بابو جی صبح سویرے گائے کو چارہ ڈالتے تھے۔ گائے کا ایک بچھڑا تھا جو اپنی میا گائے سے بہت پیار کرتا تھا۔ بچھڑے کو پیار کرتے ہوئے بابو جی کو حمزہ کا خیال آیا۔ انہوں نے فوراً آواز لگائی: ''حمزہ کی ماں! حمزہ کو جگاؤ، کیا وہ اسکول نہیں جائے گا؟'' اماں بولیں: ''اٹھاتی ہوں جی! ذرا چولہے پر چائے کے لیے پانی رکھ دوں۔'' تھوڑی دیر میں اماں نے حمزہ کو تیار کر دیا۔

''آؤ حمزہ! ناشتہ کر لو۔'' ابا بولے۔ حمزہ کو صبح سویرے سردی میں اسکول جانا بہت برا لگ رہا تھا۔ اسے تو ڈگ مگ کرتی ناؤ اچھی لگتی تھی۔ وہ اپنی ناؤ میں بیٹھ کر دریا جانا چاہتا تھا۔ اس لیے وہ اپنا منہ پھلائے ناشتہ کر رہا تھا۔ اس کی اماں بولیں: ''بیٹا! پراٹھا چائے میں ڈبو کر کھاؤ اور اچھی طرح نوالہ چباؤ۔''

حمزہ کے بابو جی ناشتہ کر چکے تھے۔ وہ اپنی ناؤ لے کر دریا کی طرف چلے گئے۔ راستے میں بچے کھیتوں میں سے گزر کر اسکول کی طرف جا رہے تھے۔ حمزہ کے دادا جی گھر کے باغ میں کھڑے ایک درخت کی بڑھی ہوئی شاخیں تراش رہے تھے۔ دادا جی اب بہت بوڑھے ہو چکے تھے مگر پھر بھی ہر وقت کچھ نہ کچھ کرتے رہتے تھے۔ وہ باغ کی دیکھ بھال اور اس کی صفائی کرتے تھے۔ جب بچے باغ کے پھول توڑتے تھے تو اس وقت دادا جی کو تاؤ بہت آتا تھا۔ وہ ان سے کہتے کہ ''خود پودے اگاؤ تو تمہیں پتا چلے کہ کتنی محنت ہوتی ہے۔'' کبھی کہتے: ''دیکھو بچو! یہ پودے بھی سانس لیتے ہیں اور ہماری طرح بڑھتے ہیں۔ انہیں توڑو گے تو انہیں تکلیف ہو گی۔'' حمزہ کو اپنے دادا جی بہت اچھے لگتے تھے۔ وہ اپنے اسکول کی ہر بات انہیں بتاتا تھا۔ جب وہ ان کے کمرے میں جاتا تو دادا جی بڑے پیار سے اس سے پوچھتے: ''آؤ سناؤ بھئی! آج اسکول میں کیا کیا ہوا ہے؟'' اور پھر حمزہ ان سے اپنے اسکول کی بہت ساری باتیں کرتا۔ حمزہ کی ایک چھوٹی سی بہن تھی جس کا نام نائلہ تھا۔ اسے آئینہ کے سامنے کھڑا ہونا بہت پسند تھا۔ وہ آئینے کے آگے کھڑی خود اپنے آپ سے باتیں کرتی تھی۔ دادا جی ننھی نائلہ سے بھی بہت پیار کرتے تھے۔ نائلہ اور حمزہ دادا جی کے ساتھ بازار جاتے اور دادا جی قصائی سے پائے خریدتے۔ سردی میں پائے کھانا انہیں بہت اچھا لگتا تھا۔ وہ حلوائی سے بچوں کو مٹھائی اور حلوہ دلاتے تھے۔ نائلہ اپنے بھائی حمزہ کا ہاتھ پکڑ کر چلتی تھی۔ اسے بھائی کے ساتھ چلنے میں بہت مزہ آتا تھا۔ وہ ہنستے 'کھیلتے' اچھلتے 'کودتے دادا جی کے ساتھ چلتے۔ شام کو گاؤں میں خاموشی چھا جاتی۔ صرف کبھی کبھی کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آتیں تو کبھی جھینگروں کے ٹرانے کی آواز سنائی دیتی۔ ناریل کے درختوں کے بیچ ہولے ہولے ہوا چل رہی تھی۔

اب صرف دریا کی موجوں کا شور سنائی دے رہا تھا۔ بابو جی گھر آ چکے تھے۔ وہ پہلے نہائے اور پھر سب نے مل کر امرود کھائے۔ رات ہوئی تو اماں نے گائے کے پائے اور ترئی کی بھجیا پلیٹوں میں رکھی۔ گرم گرم روٹیوں کے ساتھ سب نے چٹائی پر بیٹھ کر کھانا کھایا۔ حمزہ بولا: ''بابو جی! میرے امتحان ختم ہو چکے۔ کل میں بھی آپ کے ساتھ دریا چلوں گا اور ناؤ میں بیٹھ کر مچھلیاں پکڑوں گا۔'' دوسرے روز حمزہ کے ساتھ اس کے دادا جی بھی دریا گئے۔ دادا جی نے دریا کے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا کہ آج دریا کا بہاؤ تیز ہے اور وہاں کنارے پر چیلوں کا پڑاؤ ہے۔ لگتا ہے کہ کوئی مچھلی وہاں کنارے پر پڑی ہے جسے ان چیلوں نے گھیر رکھا ہے۔ پتھراؤ سے چیلیں بھاگ جائیں گی۔ آؤ دیکھو وہاں کیا ہو رہا ہے؟'' حمزہ نے وہاں جا کر جو دیکھا تو حیران رہ گیا۔ وہاں ایک جل پری پڑی تھی۔ جس کا آدھا جسم انسان جیسا اور آدھا جسم مچھلی جیسا تھا اور وہ زخمی تھی۔ دادا جی نے کہا کہ جلدی سے اسے ہلاؤ اور پانی پلاؤ۔ کچھ دیر بعد جل پری کو ہوش آ گیا۔ اس نے حمزہ' بابو جی اور دادا جی کا شکریہ ادا کیا جنہوں نے اس کی جان بچائی ورنہ چیلیں اسے کھا جاتیں۔ جل پری ان سے بولی: ''میں دریا میں جا رہی ہوں مگر جانے سے پہلے آپ تینوں کو یہ تحفہ دے رہی ہوں۔ یہ آپ کے بہت کام آئے گا۔'' تینوں کے ہاتھوں کی مٹھی میں ایک ایک سفید موتی تھا۔ جل پری جا چکی تھی۔ سفید موتی جب بازار میں بیچے تو انہیں اس کے ڈھیروں پیسے ملے۔ حمزہ نے اپنے لیے ایک نئی ناؤ لی پھر وہ سب ہنسی خوشی رہنے لگے۔

رضائی	سردی میں اوڑھنے والا لحاف	پھلائے	ناراض ہونا
ناؤ	کشتی	تاؤ	غصہ
آئینہ	شیشہ	قصائی	گوشت بیچنے والا
بہاؤ	تیزی		

The Burger Shack

AMAZING DEALS

DEAL 1

1 SHACK ORIGINAL
1 JALAPENO CRUNCH
1 ONION RING
1 FRIES
2 DRINKS

Rs. 600

DEAL 2

1 SHACK ORIGINAL
1 FULLHOUSE
1 JALAPENO CRUNCH
1 CLASSIC CRUNCH
1.5 ltr DRINK

Rs. 960

*Inclusive of all taxes.

FREE DELIVERY
TO FORUM OFFICES
+92 316 2129696

Khayaban-e-Seher,DHA | Shaheed-e-millat
Zamzama | The Forum Mall | Lucky One Mall

www.burgershack.org

ممتا

حذیفہ نذیر، متعلم جامعہ بیت السلام

"دیکھو! یہ کھائی بہت گہری ہے... بہت سے جانور جو اُڑ نہیں سکتے، اس میں گر کر ہلاک ہو چکے ہیں۔ اس جنگل میں اس کھائی کو "موت کی وادی" کہا جاتا ہے۔" بی مرغی نے پَر کے ذریعے سے وادی کی طرف اشارہ کیا۔

"آج تم بغیر اجازت گھر سے باہر نکلے ہو۔ تم ابھی چھوٹے ہو اور چھوٹے بچے بغیر اجازت کے گھر سے نہیں نکلتے۔ چلو! گھر چلیں۔ آئندہ کبھی بھی اس طرف مت آنا، کہیں ایسا نہ ہو تم کھائی میں جا گرو، کیوں کہ تم ابھی سنبھل نہیں سکتے۔" بی مرغی اپنے بچوں کو سمجھاتی ہوئی واپس لے گئی۔

"ہائے اللہ...!! چیل میرے بچے پر جھپٹ پڑی۔"

چوزے مارے ڈر کے اِدھر اُدھر بھاگنے لگے۔ بی مرغی اپنے بچے کو چیل کے پنجوں سے بچانے کے لیے چیل پر بھاگتے ہوئے جھپٹ پڑی۔ ممتا اس قدر بے قرار ہوئی کہ ابھی چند لمحے قبل اپنے اپنے بچوں کو "موت کی وادی" سے بچنے کا کہہ رہی تھی، لیکن اپنے بچے کو ظالم خونخوار چیل سے بچانے کے لیے کھائی میں جا گری۔

پیارے بچو...!! یہ ممتا کی ہی بے قراری ہے۔ ماں اپنے بچوں کے لیے کیا کیا قربانی دے جاتی ہے۔ خدارا...!! اس ممتا کو کبھی تکلیف پہنچانے کا سبب نہ بننا۔ اس انمول نعمت کی قدر کریں...!!

دیکھی تم نے ماں کی اُلفت

یہ سب ہے اللہ کی قدرت

درگزر

مرسلہ: محمد سہیل، متعلم جامعہ بیت السلام

عامر اور ساجد دو اچھے دوست تھے اور دونوں ہم عمر تھے۔ عامر ایک امیر گھرانے سے تعلق رکھتا تھا، جب کہ ساجد ایک غریب گھرانے میں پیدا ہوا تھا۔ دونوں ایک ہی اسکول میں ساتویں جماعت میں پڑھتے تھے۔ عامر روزانہ گھر سے لنچ بکس لاتا تھا اور اپنے دوست ساجد کو بھی لنچ ٹائم میں اپنے ساتھ شریک کرتا تھا۔ دونوں ہنسی خوشی رہتے تھے۔

ایک مرتبہ عامر کی طبیعت سخت خراب ہو گئی تو ساجد نے اس نازک حالت میں اپنے پیارے دوست کا ساتھ چھوڑ دیا اور اسے بھول گیا اور نیا دوست تلاش کرنے لگا، لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ کچھ دن بعد اس کا دوست عامر دوبارہ تندرست ہو گیا اور اب ساجد کو بہت افسوس ہوا۔ اس نے عامر کے پاس جا کر معافی مانگی۔ عامر چوں کہ رحم دل تھا، اس لیے عامر نے ساجد کو فوراً معاف کر دیا۔ ساجد نے عامر کا شکریہ ادا کیا اور خوشی سے دونوں ایک بار پھر رہنے لگے۔

جنگل کہانی

آخری قسط

کانچی اور اس کے چھ دوست

قرۃ العین ہاشمی

اب یہ ضرور جنگل کی کمیٹی کو بلائیں گے اور،، چنکی یہ کہہ کر خاموش ہو گئی۔ ''اور کیا؟،، گوچی نے پوچھا تو راجہ گہری سانس لیتے ہوئے بولا: ''اور کانچی کو بھی اس میٹنگ میں شامل کیا جائے گا' کسی طرح بھی! اس لیے تم دونوں یہاں سے فوراً چلے جاؤ اور دوبارہ جنگل کی طرف مت آنا باقی جو ہوگا' وہ ہم دیکھ لیں گے۔،، راجہ نے کہا تو ٹنکو نے بھی سر ہلا کر کہا: ''چلو جلدی کرو' ہم تمھیں بحفاظت ندی تک چھوڑ آتے ہیں۔،، اس سے پہلے کہ کانچی کچھ کہتی بھیڑیوں کے ایک جھنڈ نے انھیں گھیر لیا'' یہ لڑکی یہاں سے کہیں نہیں جاسکتی۔ ہمیں حکم ملا ہے 'اس لڑکی کو جنگل کمیٹی کے سامنے حاضر کرنے کا!،، ایک بھیڑیے نے آگے بڑھتے ہوئے کہا تو سب پریشان ہو گئے۔ راجہ نے کچھ کہنا چاہا تو بھیڑیے نے اپنا پنجہ اس کے سینے پر رکھتے ہوئے کہا: ''تمہارا چپ رہنا ہی بہتر ہے بچے! یہ حکم جنگل کے بادشاہ نے دیا ہے 'تمہارے باپ نے نہیں!،، بھیڑیے کے کہنے پر راجہ خاموش ہو کر پیچھے ہٹ گیا' وہ جانتا تھا کہ اس کا باپ اصولوں میں بہت سخت ہے' اگر اس نے کانچی کو پکڑنے کا حکم دیا ہے تو کوئی بھی ان کی نہیں سنے گا۔ ''اچھا ٹھیک ہے انکل! ہم بھی آپ کے ساتھ چلتے ہیں' جو ہوگا دیکھا جائے گا' کیوں ساتھیوں؟،، چنکی نے آگے بڑھتے ہوئے کہا تو سب نے ہاں میں ہاں ملائی اور پھر وہ سب بھڑیوں کے نرغے میں چلتے ہوئے ایک بڑے سے میدان میں پہنچے۔ کانچی کو سب سے زیادہ فکر اپنی ماں کی تھی' جو اس کی واپسی کے انتظار میں ہوں گی۔ اسے لگا کہ اس نے اپنی ماں کی بات نہ مان کر غلطی کی ہے۔ اسے جنگل کے اندر تک نہیں آنا چاہیے تھا' مگر کھیل کھیل میں اسے پتا ہی نہیں چلا اور وہ گھنے جنگل میں آگئی۔ پتا نہیں اس کے ساتھ اب کیا سلوک ہوگا؟ گوچی نے اپنی گردن اس کے ساتھ لگائی تو کانچی نے مسکرا کر سر پر ہاتھ پھیرا' گوچی جان گیا تھا کہ کانچی پریشان ہے۔ میدان سارے کا سارا خالی تھا' مگر راجہ اور باقی سب جانتے تھے کہ میدان خالی نہیں ہے اور ایسا ہی ہوا۔ ان کے وہاں پہنچتے ہی چاروں طرف سے جنگل کے سارے جانور نکل آئے۔ کانچی گوچی کے ساتھ لگ کر کھڑی ہو گئی۔ سب اسے عجیب عجیب نظروں سے دیکھ رہے تھے اور تبصرے کر رہے تھے۔ ''ایک لڑکی اور وہ بھی اکیلی جنگل میں!،، کانچی نے سر اٹھا کر دیکھا' درختوں پر بھی سب پرندے جمع تھے' جب سب آگئے تو اونچی مچان پر اس جنگل کا بادشاہ اور راجہ کا باپ شیر و بڑی شان سے چلتا ہوا آیا۔ اس کے پیچھے اس کی ماں اور جھنڈ کے باقی لوگ بھی تھے۔ راجہ کے چھوٹے بہن بھائی بھاگتے ہوئے اس کے پاس آئے: ''تم نے ہمیں کیوں نہیں بتایا کہ تمہاری اتنی پیاری لڑکی سے دوستی ہے؟،،

راجہ کے بھائی نے کہا تو راجہ نے اسے گھور کر دیکھا: ''تم سے مطلب؟،، اسی وقت گوریلا زور زور سے پاؤں مارتا وہاں پہنچا۔ اس کو دیکھ کر باقی جانور پیچھے ہٹ گئے۔ اسے کوئی بھی پسند نہیں کرتا تھا' وہ بہت خونخوار اور وحشی تھا۔ اوپر سے اس کا مشکوک رویّہ! ''تمہارے بیٹے نے ایک سنگین غلطی کی ہے! اب بولو تم اسے کیا سزا دو گے؟،، گوریلے نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ٹیگو' چنکی' گولو' ٹنکو کے والدین بھی آگے بڑھے اور اپنے بچوں کو ڈانٹنے لگے: ''اس لڑکی کو چھوڑو اور یہاں آو!،، گولو کی ماں نے اپنی بڑی سی سونڈ ہلاتے ہوئے کہا' مگر گولو نے آنے سے انکار کر دیا۔ ''کانچی ہماری دوست ہے اور ہم نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔،، باقی سب نے بھی اپنے

والدین کو یہی جواب دیا تو وہ حیرت سے ان کی شکلیں دیکھتے رہ گئے۔ ’’سوچ لو! اگر تم اس لڑکی کا ساتھ دو گے تو تم سب کو بھی سزا ملے گی۔‘‘ شیرو نے سنجیدگی سے کہا: ’’ہمیں منظور ہے!‘‘ چنکی نے اسی لہجے میں جواب دیا۔ باقی سب نے بھی ہاں میں ہاں ملائی۔ شیرو انھیں دیکھتا رہ گیا، جن کی دوستی سچی اور مخلص تھی۔ ’’ٹھہریں!‘‘ اسی وقت کانچی آگے بڑھی۔ سب نے حیرت سے اس کی طرف دیکھا۔ ’’آپ ان سب کو چھوڑ دیں، ساری غلطی میری ہے! نہ میں ندی پار آتی اور نہ ان سب سے ملاقات ہوتی۔ میں ہر سزا کے لیے تیار ہوں، مگر میرے گوچی کو چھوڑ دیجیے گا، کیوں کہ میرے بعد میری ماں کا کوئی اور سہارا نہیں ہے۔‘‘ کانچی نے کہا تو زیادہ تر جانوروں کے دل نرم پڑ گئے، مگر وہ سب حیرت کا شکار تھے کہ کیا یہ لڑکی ان کی زبان سمجھ سکتی ہے؟ یہ بات بھی شیرو نے پوچھی: ’’لڑکی! کیا تمھیں کوئی جادو آتا ہے جو تم ہماری زبان سمجھ لیتی ہو؟‘‘ کانچی نے کہا کہ ’’یہ رب کی دین ہے کہ میں سب جانوروں کی زبان سمجھ لیتی ہوں۔‘‘ ’’یہ بچی بہت خاص ہے شیرو!‘‘ بڑے سے اُلّو نے کہا۔ ’’تمھارے گھر میں کوئی اور نہیں ہے کیا؟‘‘ گولو کی نرم دل ماں نے پوچھا۔ ’’میرے بابا لکڑہارے تھے۔ ایک دن وہ جنگل میں لکڑیاں کاٹنے آئے اور پھر کبھی واپس نہیں لوٹے، اس بات کو تین سے چار سال گزر گئے ہیں۔ شاید آپ میں سے کسی نے۔۔!‘‘ کانچی کہتے ہوئے رونے لگی۔ ’’ہم اس لڑکی کے جھوٹے آنسو دیکھنے کے لیے جمع نہیں ہوئے۔ اس لڑکی کو سزا کے طور پر میرے حوالے کر دو۔ میں خود اسے دیکھ لوں گا۔‘‘ گوریلے نے غصے سے چیختے ہوئے کہا۔

’’میرے ہوتے ہوئے کوئی کونچی کو ہاتھ لگا کر تو دیکھے!‘‘ گوچی نے بھی غصے سے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ وہ دونوں تن کر کھڑے ہو گئے تھے۔ ’’میں نے ابھی فیصلہ نہیں سنایا!‘‘ شیرو نے فوراً مداخلت کی اور پھر کانچی سے مخاطب ہو کر کہا:

’’بچی! تمھیں ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے! ہم میں سے کسی نے تمھارے باپ کو نقصان نہیں پہنچایا ہے اور نہ ہی کوئی انسان پچھلے تین سالوں میں گھنے جنگل کے اس حصے کی طرف آیا!‘‘ ’’تو پھر میرے بابا کہاں گئے؟‘‘ کانچی نے حیرت سے پوچھا، جب گوریلا تیزی سے آگے بڑھا۔ اسی وقت گولو کی ماں اس کے آگے آ کھڑی ہوئی: ’’تم اس بچی کو کوئی نقصان نہیں پہنچاؤ گے! ہمارے جنگل کا یہ اصول ہے کہ ہم کسی بچے پر حملہ نہیں کرتے ہیں، پھر چاہے وہ بچہ انسان کا ہی کیوں نہ ہو!‘‘ گولو کی ماں کو دیکھ کر اس کا باپ اور جھنڈ کے باقی لوگ بھی آگے بڑھے۔ ’’ہم بھی اس کے ساتھ ہیں!‘‘ یہ دیکھ کر چنکی، ٹیگو، گولو، ٹنکو اور راجہ خوشی سے اُچھلنے لگے، کیوں کہ ہاتھیوں سے کوئی بھی لڑائی نہیں لیتا تھا۔ ’’آپس میں مت لڑو! میرا فیصلہ بھی سن لو!‘‘ شیرو نے دھاڑتے ہوئے کہا۔ سب خاموش ہو گئے۔ ’’اس بچی کے ساتھ ہماری طرف سے زیادتی ہوئی ہے، اس کے باپ کو ہم میں سے ہی کسی نے نقصان پہنچایا ہے! ہم اس غلطی کا ازالہ کریں گے اور اس بچی کو واپس جانے دیں گے، مگر اس بچی کو بھی یہ وعدہ کرنا پڑے گا کہ یہ دوبارہ گھنے جنگل کی طرف نہیں آئے گی۔‘‘ شیرو نے فیصلہ سنایا تو سب خوشی سے اپنی اپنی بولیاں بولنے لگے اور اس کی انصاف پسندی کی داد دینے لگے۔ سب کو خوش دیکھ کر اس گوریلے نے ایک لمبی چھلانگ لگائی اور دیکھتے ہی دیکھتے کانچی کے پاس پہنچ گیا۔ بہت سے پرندے اور جانور ڈر کر پیچھے ہٹے، اس سے پہلے کہ گوریلا کانچی کو پکڑتا، راجہ نے اس پر چھلانگ لگا دی۔ گوریلے نے ایک ہاتھ مار کر اسے دور پھینکا۔ راجہ بہت زور سے گرا اور زخمی ہو گیا۔ گولو اور گوچی نے گوریلا پر حملہ کر دیا، مگر اس نے ان دونوں کو بھی گرا دیا۔ راجہ کی ماں نے اپنے بیٹے کو زخمی دیکھا تو گوریلے پر جھپٹ پڑی، گولو کی ماں اور باپ بھی اس کی مدد کو آگے بڑھے، مگر تب تک گوریلے نے کانچی کو پکڑ لیا تھا اور اپنی گود میں اٹھا کر بڑے سے درخت پر جا بیٹھا۔ ’’تم میں سے کوئی بھی میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ میں اپنے دشمن کو کبھی معاف نہیں کرتا۔ تین سال پہلے یہ غلطی اس لڑکی کے باپ نے کی تھی کہ میرے علاقے میں لکڑیاں کاٹنے آ گیا تھا۔ میں نے اس کا کچومر بنا دیا تھا اور اب اس لڑکی کا بھی!‘‘ گوریلے کی بات سن کر سب حیرت زدہ رہ گئے۔ ’’چاچا، اتنی جلدی بھی کیا ہے؟‘‘ ٹنکو اچانک درخت کی شاخ پر نمودار ہوا اور مٹھی میں بند مٹی اس کی آنکھوں میں ڈال دی۔ گوریلا نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھا تو کانچی نیچے گرنے لگی، جسے گولو کی ماں نے فوراً سونڈ میں اٹھایا اور آرام سے زمین پہ اتار دیا۔ گوریلے نے بھی ایک زور کی جمپ ماری۔ سب ہل کر رہ گئے۔ گوریلا دوبارہ کانچی پر حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھا، جب ایک زور کا پنجہ اس کے منہ پر پڑا اور وہ دور جا گرا۔ اس نے پلٹ کر دیکھا تو شیرو خطرناک تیوروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ ’’مجھے پہلے ہی تم پہ شک تھا! اسے گرفتار کر لو اور پرانی گھاٹی میں قید کر دو!‘‘ شیرو کے حکم پہ بھیڑیوں اور ریچھ کے جھنڈ نے رسیوں اور زنجیروں میں اسے جکڑ لیا اور گھسیٹتے ہوئے وہاں سے لے گئے۔ ’’اس بچی کو باحفاظت نہر تک چھوڑ آؤ!‘‘ شیرو نے کہا تو کانچی آگے بڑھی اور اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی: ’’شیرو انکل کیا میں کبھی کبھی آپ سب سے ملنے آ سکتی ہوں؟‘‘ کانچی نے معصومیت سے پوچھا۔ شیرو تذبذب کا شکار ہو گیا۔ راجہ کی ماں نے آگے بڑھ کر اسے اشارہ کیا تو وہ کھنکھار کر بولا: ’’ہاں، مگر اپنی ماں سے پوچھ کر۔‘‘ شیرو نے کہا تو کانچی خوشی سے اس کے گلے لگ گئی۔ شیرو نے پیار سے اپنا پنجہ اس کے سر پر پھیرا۔ کانچی نے گولو کی ماں کا بھی خاص شکریہ ادا کیا۔ واپسی کے سفر میں وہ سب دوست اسے چھوڑنے نہر تک آئے۔ نہر پار کرنے سے پہلے کانچی نے مسکرا کر اپنے سچے دوستوں کی طرف دیکھا اور بولی: ’’آج مجھے اپنی زندگی کا سب سے بڑا دکھ اور سب سے بڑی خوشی ایک ساتھ ملی ہے! دکھ اپنے باپ کی موت کا اور سچی خوشی، اتنے سچے اور مخلص دوست پانے کی!‘‘ کانچی کے کہنے پر سب اداس ہو گئے۔ ’’راجہ کی طرح میں بھی تمھارا دوست ہوں نا!‘‘ راجہ کے چھوٹے بھائی نے آگے بڑھ کر کہا تو سب ہنس پڑے۔ راجہ لڑکھڑاتا ہوا آگے بڑھا اور بولا: ’’ہم بھی خوش قسمت ہیں کانچی کہ تم ہماری دوست ہو!‘‘ ’’کہیں ایسا نہ ہو کہ ان سب کے ملنے سے میری اہمیت کم ہو جائے!‘‘ گوچی نے منہ بنا کر کہا تو چنکی بولی: ’’نہیں بدھو! تمھارے جیسا لمبو اور بے وقوف ہم میں اور کوئی نہیں ہے!‘‘ سب ہنسنے لگے۔ کانچی نے گوچی کی رسی تھامی اور پتھروں پہ احتیاط سے چلتی ندی پار کرنے لگی، جہاں اس کی پریشان ماں ہاتھ میں لالٹین لیے اس کی منتظر کھڑی تھی۔ ’’ماں! میں راستہ بھٹک گئی تھی، مگر مجھے بہت اچھے دوست مل گئے جنھوں نے مجھے باحفاظت گھر پہنچایا ہے۔‘‘ ’’میری کانچی!‘‘ ماں نے محبت سے اسے گلے سے لگا لیا، پھر وہ دونوں گوچی کی رسی تھامے اپنے گھر کی طرف چل پڑیں۔ گھنے جنگل میں کھڑے اس کے دوستوں نے اطمینان سے اسے جاتے ہوئے دیکھا تھا۔

پیارے بچو!

امید ہے کہ پیارے بچے،بڑوں کا ادب کرتے ہوں گے۔بڑوں کا ادب کرنا اُن کا حق ہے، جواللہ نے اُن کو دیا ہے، اس لیے چھوٹوں کو چاہیے کہ وہ اپنے بڑوں کا ادب واحترام کریں۔ہمارے پیارے نبی ﷺ نے بڑوں کے بارے میں کیسی اچھی بات فرمائی ہے: ”برکت تمہارے بڑوں کے پاس ہے۔“

(جامع بیان العلم)

اور اسی طرح ہمیں چاہیے کہ اپنے چھوٹے بہن بھائیوں سے اچھا سلوک کریں، کیوں کہ پیارے نبی ﷺ نے فرمایا: ”جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت وادب نہ کرے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔“

دیکھا پیارے بچو آپ نے کہ بڑوں کا ادب اور چھوٹوں پر شفقت اس قدر اہم چیز ہے کہ ہمارے پیارے نبی ﷺ نے اس کا خیال نہ کرنے پر کس قدر ناراضی کا اظہار فرمایا ہے۔امید ہے ہمارے بچے اس پر عمل کرتے ہی ہوں گے اور جو کبھی کوتاہی ہو جاتی ہوگی، آئندہ اس سے بھی بچیں گے۔

کرتے ہیں نا وعدہ؟؟؟

ماہنامہ فہم دین مئی کے نئے سوالات

سوال نمبر 1: اتاترک کے کیا معنی ہیں؟

سوال نمبر 2: قاسم بن دینار کی کیا کنیت تھی؟

سوال نمبر 3: عصام اور ماذن کس کے محافظ تھے؟

سوال نمبر 4: جس گھر میں سورہ بقرہ کی تلاوت ہوتی ہے، وہاں کیا ہوتا ہے؟

سوال نمبر 5: سعد کی کتابیں کس نے اٹھائی تھیں؟

مارچ کے سوالات کے جوابات

سوال نمبر 1: امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ۔

سوال نمبر 2: قید میں۔

سوال نمبر 3: اپنا نام بتانا چاہیے۔

سوال نمبر 4: باتہذیب انسان۔

سوال نمبر 5: بنگلے کا چوکیدار بن گیا۔

جنوری کے سوالات کا درست جواب دے کر انعام جیتنے والے تین خوش نصیبوں کے نام

1... عبدالروف ساسولی، 14 سال، شہداد کوٹ

2... مومنہ رحمان، ہشتم، 13 سال، تلہ گنگ

3... قانتہ آفتاب، نہم، 14 سال، کراچی

ان میں سے ہر ایک کو 300 روپے نقد اور ماہنامہ فہم دین مبارک ہو۔

نوٹ: آپ کا بنایا ہوا پیارا سا فن پارہ ہو یا سوالات کے جوابات ہوں اس کے ساتھ اپنا نام، عمر، کلاس، ایڈریس اور فون نمبر ضرور لکھیے گا، ورنہ وہ قابلِ اشاعت نہیں ہوگا۔اور پھر اسے ماہنامہ فہمِ دین کے ایڈریس پر پوسٹ کر دیں،
یا پھر وٹس اپ کے ذریعے 0304-0125750 پر ہمیں سینڈ کردیں۔

درست جواب دینے والے ساتھیوں کے نام

- حذیفہ نذیر، 12 سال، جھنگ
- محمد حسن جدون، نہم، 15 سال، ایبٹ آباد

نوٹ: پیارے بچو! اس صفحے پر جو سوالات آپ سے پوچھے جاتے ہیں، ان کے جوابات ایک شمارہ چھوڑ کر اگلے شمارے میں ذکر کیے جائیں گے، تاکہ زیادہ سے زیادہ بچوں کے جوابات وصول ہو سکیں، پھر درست جواب دینے والوں کے نام بھی بتائیں گے اور اوّل، دوم، سوم کے لیے انعامات کا بھی۔

محمد حذیفہ جھنگ سے لکھتے ہیں: خواجہ حسن نظامیؒ انگریزوں سے کافی میل جول رکھتے تھے۔ ان کے ایک دوست رچرڈ ولیم نے ان سے از راہِ مذاق پوچھا:

”انگریز تو سارے ایک ہی رنگ کے ہوتے ہیں، لیکن یہ کیا بات ہے کہ ہندوستانیوں کا رنگ ایک جیسا نہیں ہوتا؟“

تو خواجہ حسن نظامیؒ نے برجستہ جواب دیا: ”گھوڑے مختلف رنگ کے ہوتے ہیں، لیکن گدھے ایک ہی رنگ کے ہوتے ہیں...!“

کائنات غزل کراچی سے لکھتی ہیں: یہ قصہ اس وقت کا ہے، جب ہم تیسری جماعت کی طالبہ تھیں اور یقین جانیے ہمارے والد صاحب، جو بہت کم مسکراتے ہیں، اس وقت یہ قصہ سن کر اس قدر ہنسے کہ ان کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے، لہٰذا ہمارے دل نے یہ گواہی دی کہ موج تبسم کے قارئین اسے پڑھ کر یقیناً لوٹ پوٹ ہو کر اگرچہ نہ بنیں، لیکن مسکراہٹ ضرور چہروں پر ہو گی۔

قصہ یہ تھا کہ ہمارے زمانے میں گڑیوں سے کھیلنے کا عام رواج تھا۔ ہماری ایک پڑوسن سحرش نے گڑیا کی شادی کی تقریب رکھی۔

ہم نے مؤدبانہ انداز میں پوچھا: ”بہن! تم گڑیا کی شادی کر رہی ہو۔ (مقصد تم دلہن کی ماں ہو) خرچہ ہو گا، سب دوستیں جمع ہوں گی، ہمیں بتاد و تو ہم گفٹ کے ساتھ ساتھ کچھ کھانے پینے کی چیزیں لے آئیں۔“

کہنے لگی: ”ارے نہیں...! اس سے تو تم بالکل بے فکر ہو جاؤ۔ میں نے دل کھول کر انتظام کیا ہے۔“

ابنِ تبسّم

ہم نے پھر بھی شادی میں جاتے ہوئے فِنگر چپس کے ڈبے لے لیے۔ گفٹ میں ہم نے اشرفیاں بنائیں (سِکوں پر گولڈن پیپر چڑھا کے) تین روپوں کی۔ ہم وقتِ مقرّرہ پر پہنچ گئے۔ شادی کے لطف اٹھائے۔

جب کھانے کا وقت آیا تو یقین کیجیے... ہم سمجھے کہ یہ کھانا صرف دلہن، دلہا کے لیے رکھا گیا ہے، وہ تو بعد میں معلوم ہوا کہ کھانا ہمارے لیے چُنا گیا تھا۔ کھانے کی تفصیل کچھ یوں تھی: چھوٹے چھوٹے کھلونوں کی پیالیوں میں امرود کی ایک قاش کے کئی ذرات... سیب کی ایک قاش کے کئی ذرّات...! اسی طرح چھوٹے برتنوں میں بسکٹ کا چورا...(یہ تھا دل کھول کر انتظام) ہماری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں، حتیٰ کہ ہم اپنی فنگر چپس کے بارے میں بھی نہ پوچھ سکے۔

گھر آ کر جب والد صاحب کے سامنے والدہ کو دلسوز کارگزاری سنا رہے تھے تو جب ہم اس مقام پر پہنچے کہ اس نے کہا تھا کہ اس نے دل کھول کر انتظام کیا ہے، تو والد صاحب کی ہنسی بند نہ ہوئی۔

یقیناً آپ لوگوں کو بھی دل کھول کر انتظام کرنے کا مطلب سمجھ آگیا ہو گا اور ہمارے وہ تین روپے اور چپس کے ڈبّے...!! اور آپ لوگوں کے چہروں کی مسکراہٹ... ارے... ارے... ارے!!!

محنت کی عظمت

ہما اعظمی

ایک جھیل کے کنارے "کٹھ پھوڑ" اُڑ کے آیا
برگد کے اِک شجر کو اپنے قریب پایا

آیا تھا وہ پرندہ ہجرت کہیں سے کر کے
ہوتی ہے کب چیز پیاری، زندگی سے بڑھ کے

برگد کے اس شجر پہ تھے اور بھی پرندے
وہ آشیاں تھا ان کا، مِل جُل کے سب چہکتے

برگد کے سب پرندے دینے لگے سہارا
خوش آمدید تم کو، کر لو یہیں بسیرا

"کٹھ پھوڑ" سن کے بولا سب کو بتا دوں اتنا
میں اپنی کوششوں سے خود گھر بناؤں اپنا

شاخوں پہ زندگی کا ہوتا نہیں سویرا
تم جانتے نہیں ہو، "کٹھ پھوڑ" اسم میرا

مجھ کو تنا دو اپنا، خوش ہو کے دو اجازت
ضربوں سے چونچ کی پھر، ہوجائے اِک کرامت

لکڑی کو چھیلتے کی ہے چونچ میں جو ہمت
لکڑی کو چیر دے یہ، آری کی کیا ہے طاقت

آباد ہو تنا جو مجھ کو خوشی ملے گی
برگد نے یہ کہا کہ پھر زندگی ملے گی

"کٹھ پھوڑ" نے رکھی پھر بنیاد گھر کی اپنے
قسمت لگی سنورنے، لکڑی لگی جو کُھدنے

کھٹ کھٹ کی اس صدا سے سکتہ تھا سب پہ طاری
چونچوں کی ضرب کاری، پیہم ہوئی تھی جاری

جب آشیانہ بنا تو سوچا اسے سجاؤں
دروازے کھڑکیوں میں، پردے حسیں لگاؤں

گھر بن گیا تھا، لیکن ہل چل مچی تھی پر میں
ہوں کتنا میں اکیلا اتنے بڑے سے گھر میں

گھر بن چکا تو سوچا کہ دلہن میں لے کے آؤں
وہ ہار پھول پہنے، میں اپنا گھر بساؤں

برگد کے سب پرندے بارات میں تھے شامل
دلہن ملی وہ آخر، سیرت تھی جس کی کامل

دیکھو لگی ٹھکانے، "کٹھ پھوڑ" نے کی جو محنت
محنت سے ہی بنے گی بچو! تمہاری قسمت

جمعہ مبارک

جوہر عباد

سارے دنوں میں بہترین جمعہ مبارک
افضل و اکمل بالیقین جمعہ مبارک
روزِ جمعہ با اہتمام غسل کیجیے
پوشاک اپنی پاک صاف پہن لیجیے
ناخن سارے خوبی سے تراش لیجیے
دانتوں میں پیلو، نیم کی مسواک کیجیے
بالوں میں تیل، آنکھوں میں سرمہ لگائیے
کپڑوں میں اپنے عطر کی خوش بو بسائیے
بیان سے پہلے با وضو مسجد جائیے
پہلی ہی صف میں با آسانی جگہ پائیے
جمعہ کے جمعہ پڑھتے رہیں سورۃ کہف
دجّال کے فتنے پہ ہے یہ تیر بہ ہدف
خطبے کے وقت بس ہمہ تن گوش رہنا ہے
دل میں ذکر کرتے ہوئے خاموش رہنا ہے
پڑھیے نمازِ جمعہ خشوع و خضوع کے ساتھ
گویا کہ آپ کر رہے ہیں اپنے رب سے بات
بعد از سلام رب سے مانگیں خوب دعائیں
پروردگار سنتا ہے ہر اِک کی صدائیں
جمعہ میں ہے پوشیدہ ایسی ساعتِ سعید
مقبول دعا ہونے کی جس میں ملے نوید
روزِ جمعہ معمول ہو اِک یہ با احترام
ہر پل حضورِ پاک ﷺ پر درود و سلام
جوہرؔ عمل میں لائیے جمعہ کی سنتیں
ساری عمر اپنائیے جمعہ کی سنتیں

حسنِ نعمت

جنید حسن

حسن آتا ہے نظر ہر جانب
جس طرف بھی نظر اُٹھاتا ہوں
روشنی پھوٹتی ہے آنکھوں سے
مہرِ دل ساتھ ساتھ ہوتا ہے
دور و نزدیک دیکھ لوں جب بھی
سوچ حیرت شناس ہوتی ہے
ایک سے بڑھ کر ایک دریا ہیں
ایک سے بڑھ کر ایک موسم ہیں
ایک سے بڑھ کر ایک خوراکیں
ایک سے بڑھ کر ایک خطے ہیں
قدرتِ رب کے کارخانے میں
ایک سے بڑھ کے ایک ملتا ہے
کل تلک بیج تھا جو مٹی میں
آج وہ پھول بن کے کھلتا ہے
ہر طرح کی ہے سازو سامانی
ساری اشیا کی ہے فراوانی
ہر ضرورت کی دستیابی ہے
کیسا یہ اذنِ باریابی ہے
پانی، مٹی، ہوا اور آگ ہی نہیں
اَن گنت نعمتیں ہیں چاروں طرف
خوب رُو ہے نظام کی ہر شے
خوش جمالی ہے ذرّے ذرّے میں
ہر طرف حُسن یوں ہے بکھرا ہوا
جیسے شبنم کی بوندیں جمنے سے
پھول دِکھتا بڑا ہے نکھرا ہوا

PUE

PERVAIZ UMAR ENTERPRISE

Highly Experienced Clearing & Forwarding Agents Advisors and Attorneys in Customs Cases

We are a leading CLEARING, FORWARDING concern operating in Pakistan. We excel to the entire satisfaction of our long list of clientele who have always reposted their complete confidence on us. Imbued with this sense of achievement, we are proud of our countrywide clientele of repute. We are approved and enlisted Clearing and Forwarding Agents of all Commercial and National Banks in Pakistan.

We have vast experience of handling more than 65% imports of Heavy Plants, Machinery and Turn-Key Projects of "Textile, Sugar, Cement and Power Sectors" besides other industrial raw material and commercial consignments, which have enabled us to adopt and handle all sorts of imports and have become our permanent business associates.

Head Office, Karachi

1st Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road
TEL: 021-32630724 - 32633641 FAX: 021-32633646
EMAIL: pervaizumar@hotmail.com
headoffice@pervaizumarenterprise.com

Branch Office, Lahore

19-G, Gulberg II, Lahore.
Tel: 042-35764929 - 35764933
Fax: 042-35764934

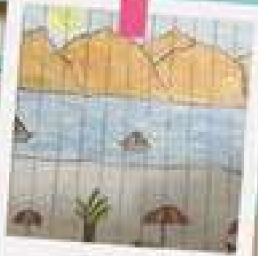

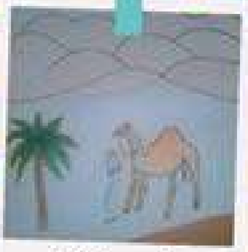

محمد عثمان، 12 سال، کراچی

بچوں کے فن پارے

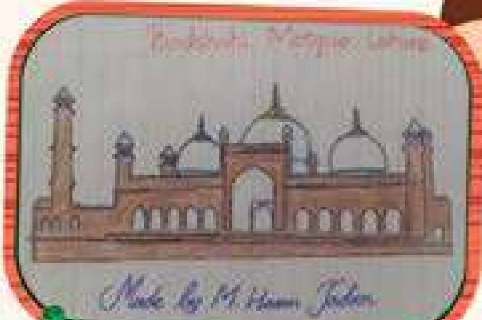

گلدستہ

حمدِ باری تعالیٰ

نظر کے پردے میں سوزِ نہاں بھی تیرا ہے
مکاں اِک اور درونِ مکاں بھی تیرا ہے
یہ بوئے گُل بھی تری، گلستاں بھی تیرا ہے
جہاں بھی تیرا ہے، کارِجہاں بھی تیرا ہے
میں کیوں نہ چاہوں غمِ دو جہاں کا تجھ سے علاج
دیا ہوا یہ غمِ دو جہاں بھی تیرا ہے
میں ناز کیا کروں اپنے سُجودِ پیہم پر
مجھے نصیب مگر آستاں بھی تیرا ہے
یہ دیکھنا ہے کہ اُن میں سے کیا عطا ہو مجھے
دیارِ حزن بھی، دار الاماں بھی تیرا ہے
پناہ بھی مِری، بخشش بھی منحصر تُجھ پر
یہاں بھی تیرا سہارا، وہاں بھی تیرا ہے
وقارؔ، اثاثہ لفظ و بیاں پہ کرتا ہے ناز
مگر اثاثہ لفظ و بیاں بھی تیرا ہے

وقارؔ مانوی

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

ہو میری التجا قُبول صلِّ علیٰ محمد
میرے نبی ﷺ، مِرے رسول صلِّ علیٰ محمد
کُوئے مدینہ کی ہے خاک غازہ چہرۂ وفا
بخشے طہارتیں یہ دھول صلِّ علیٰ محمد
بخشا جہانِ تیرہ کو، ایک قرینہ نور کا
آپ ﷺ کی بات بات اصول، صلِّ علیٰ محمد
مجھ کو دیارِ پاک کا دشت بھی جنت نِگاہ
راہ کا ہر اِک ببول پھول، صلِّ علیٰ محمد
خاروں نے خوں کے سب نقوش مثلِ گلاب کر دیے
راہِ وفا کو بخش طول، صلِّ علیٰ محمد

خاطرؔ غزنوی

حضرت بقیّ بن مخلد رحمہ اللہ علیہ

حضرت بقیّ بن مخلدؒ (متوفی 276ھ) اُندلس کے مشہور محدّثین میں سے ہیں۔ حدیث میں ان کی مسند اہلِ علم میں معروف ہے۔ یہ بلند پایہ محدّث ہونے کے علاوہ نہایت عابد وزاہد اور مستجاب الدعوات بزرگ تھے۔ ایک مرتبہ ان کے پاس ایک عورت آئی اور کہنے لگی کہ ''میرے بیٹے کو فرنگیوں نے قید کر رکھا ہے، اس کی وجہ سے میری راتوں کی نیند حرام ہے۔ میرا ایک چھوٹا سا گھر ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ اسے فروخت کر کے اپنے بیٹے کا فدیہ ادا کر دوں اور اسے قید سے چھڑالوں۔ آپ کسی سے فرما دیجیے کہ وہ میرا گھر خرید لے، اس لیے کہ میرے دل کا سکون اور راتوں کا چین رخصت ہو چکا ہے۔'' حضرت بقیّ بن مخلدؒ نے اس کی فریاد سنی تو اس سے کہا کہ ''تم جاؤ! میں تمہارے معاملے میں غور کروں گا۔'' اس کے ساتھ ہی وہ سر جھکا کر بیٹھ گئے اور اس کی رہائی کے لیے دعا کرتے رہے، اس واقعے کو ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ وہی عورت پھر واپس آئی، اس مرتبہ اس کا بیٹا اس کے ساتھ تھا، وہ کہنے لگی: ''اس سے سنیے کہ اس کے ساتھ کیا عجیب واقعہ پیش آیا۔'' حضرت بقیّ نے واقعہ پوچھا تو اس عورت کا بیٹا کہنے لگا: ''مجھے بادشاہ افرنگ کے ان قیدیوں میں شامل کر دیا گیا تھا، جو پابہ زنجیر بادشاہ کی خدمت کرتے تھے۔ ایک دن میں اپنی سپرد کی گئی خدمت انجام دینے کے لیے جا رہا تھا۔ پاؤں میں زنجیر پڑی ہوئی تھی کہ اچانک چلتے چلتے زنجیر پاؤں سے گر پڑی۔ مجھ پر جو سپاہی متعین تھا، وہ مجھے گالیاں دینے لگا کہ اپنے پاؤں سے زنجیر کیوں نکالی؟ میں نے کہا کہ خدا کی قسم! مجھے پتا بھی نہیں کہ یہ زنجیر میرے پاؤں سے کیسے نکلی ہے؟ اس پر انھوں نے لوہار کو بلا کر دوبارہ میرے پاؤں میں پہنادی اور اس مرتبہ اس کی میخیں خوب اچھی طرح مضبوط گاڑ دی گئیں، لیکن اس کے فوراً بعد میں اُٹھ کر چلنے لگا تو زنجیر پھر گر پڑی، انھوں نے پھر اسے باندھا، لیکن پھر چلا تو پھر گر گئی۔ وہ لوگ بڑے حیران ہوئے اور اپنے راہبوں سے اس کی وجہ پوچھی تو انھوں نے کہا کہ کیا اس کی ماں زندہ ہے؟ میں نے کہا: ہاں! انھوں نے کہا کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس نے دعا کی ہے اور اس کی دعا قبول ہو گئی ہے، پھر راہبوں نے متعلقہ لوگوں کو مشورہ دیا کہ اب اسے چھوڑ دیا جائے، چناں چہ انھوں نے مجھے چھوڑ دیا اور میں بلادِ اسلام میں پہنچ گیا۔'' حضرت بقیّ بن مخلدؒ نے زنجیر گرنے کا وقت پوچھا تو یہ ٹھیک وہ وقت تھا، جب آپؒ اس کی رہائی کے لیے دعا فرما رہے تھے۔

(البدایہ والنہایہ ج: 11 ص: 57 تراشے از شیخ الاسلام مفتی تقی عثمانی دامت برکاتہم)

انفرادی دعوت و تبلیغ فرضِ عین ہے

انفرادی دعوت و تبلیغ یہ ہے کہ ہم اپنی اپنی آنکھوں سے ایک ایک برائی ہوتی ہوئی دیکھ رہے ہیں یا ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ کوئی شخص کسی فرض کو چھوڑ رہا ہے تو اس وقت اپنی استطاعت کی حد تک اس برائی کو روکنا فرضِ کفایہ نہیں' بل کہ فرضِ عین ہے اور فرضِ عین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی یہ سوچ کر نہ بیٹھ جائے کہ یہ کام دوسرے لوگ کرلیں گے یا یہ تو مولویوں کا کام ہے یا تبلیغی جماعت والوں کے کرنے کا کام ہے' یہ درست نہیں!

یہ کام ہر ہر مسلمان کے ذمے فرضِ عین ہے' لہٰذا یہ انفرادی دعوت و تبلیغ فرضِ عین ہے۔ (اسلام اور دورِ حاضر کے شبہات' ص: 441)

آپ کے اشعار

جھوٹ ہی جانو کلام اس رہزنِ ایمان کا!
پہن کر جامہ بھی وہ آئے اگر قرآن کا!
ذوق

رہِ طلب میں ہے بس مقدّم' شکستہ دل اور چشمِ پُرنم!
نہیں مؤثر کچھ اس میں ہمدم امیر ہونا' غریب ہونا!
اکبر الہ آبادی

پاتا نہیں جو لذّتِ آہِ سحر کو میں!
پھر کیا کروں گا' لے کے الٰہی اثر کو میں!
اصغر گونڈوی

دل آگ ہے اور لگائیں گے ہم
کیا جانے کسے جلائیں گے ہم!
مومن خاں مومنؔ

دِل جہاں آنسو بہا کر بھی بہل سکتا نہیں
اُس جگہ ہنس کر بسر کرنا ہمارا کام ہے!
رئیس امروہی

بھٹک کے راہ سے پیچھے کہیں نہ رہ جاؤ
اُٹھو انیسؔ اُٹھو! کارواں روانہ ہوا!
میر انیسؔ

ہر رنگ میں راضی بَرضا ہو تو مزا دیکھ
دنیا ہی میں بیٹھے ہوئے' جنت کی فضا دیکھ!
محمد علی جوہرؔ

اصلی ترقی کیا ہے؟

یہ نہ سمجھو کہ یورپ دہریہ پن اختیار کر کے ترقی کر رہا ہے' وہ ترقی کیا ترقی ہے کہ دل کو چین نصیب نہ ہو۔ ترقی کا حاصل تو یہ ہے کہ دل کو سکون و اطمینان ملے اور وہی نہ ملا تو یہ کیا ترقی ہوئی۔ زحمت و مشقت ہے اور کچھ نہیں' دیکھ لو کسی ملک کو بھی چین نہیں ہے' راحت و چین اگر ہے تو وہ صرف اسلام میں ہے۔ چاہے چاند چھوئیں یا آسمان میں چلے جائیں' راحت و سکون حضور ﷺ کی تابع داری میں ملے گا۔ تمام حوادثات کے لیے رسولِ کریم ﷺ کا پیغام ہی کافی ہے۔ ان ترقّیوں میں کبھی بھی چین و سکون نہیں ملے گا۔ دیکھ لو! جب بھی رسولِ کریم ﷺ کے اصولوں کو لوگوں نے اپنایا ہے تو سکون و راحت میں رہے اور جب چھوڑا تو سکون سے محروم کر دیا گیا۔ انسان ہی نہیں درندوں اور مویشیوں کو بھی اطمینان ملا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں بھیڑ اور بکریاں ایک جگہ بیٹھی رہتی تھیں اور جانور ایک دوسرے سے مطمئن تھے۔ چین اسی کا نام ہے کہ ایک دوسرے سے کسی کو ایذا نہ پہنچے اور یہی تعلیمِ نبوی ﷺ بھی ہے۔

اہلِ اسلام کی نگاہ میں مادّیات کی قدر نہیں' اخلاقیات کی قدر ہے۔ دیکھو...! حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ان کے پاس مالِ غنیمت آیا۔ سونا' چاندی' جواہرات کا ڈھیر لگا ہوا تھا۔ مسجدِ نبوی کا صحن بھرا ہوا تھا' وہیں بیٹھے بیٹھے سارا کا سارا تقسیم کر دیا' اگر جمع کرتے تو سونے کی دیوار کھڑی کر لیتے' اس کی کوئی حقیقت نہیں سمجھی' اسی لیے تقریر کی اور کہا کہ "اے لوگو! یہ اللہ کا مال ہے' اس کا وہی مالک ہے۔ حسبِ ضرورت تم لے جاؤ۔" نقد ہے' آج کل کی طرح وعدہ کر کے چیک نہیں دیا گیا۔

آج کی دنیا جو ہیرے جواہرات میں کھیلتی ہے' اس ملک میں جا کر دیکھو' وہ یہ کہہ سکتے نہیں کہ ضرورت مندو...!! جتنی ضرورت ہے لے جاؤ۔ ہر ملک والوں کا یہ حال ہو گا کہ کٹ مریں گے۔ یہ مہذب دنیا قتل ہو جائے گی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعلان کرتے ہیں اور لوگوں میں سناٹا ہے۔ غربا' حاجت مند بھی ہیں' مگر لینے کے لیے کوئی آگے نہیں بڑھتا۔ دوبارہ اعلان کیا' تیسری بار اعلان کے بعد ایک نوجوان کہتا ہے: "آپ نے کہہ دیا کہ لے لو تمہارا حق ہے؟ تو کیا ہم سب کے سامنے بے غیرت بن کر اٹھائے جائیں۔ آپ امین ہیں اور آپ کا کام ہے کہ خود پہنچائیں۔ آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہماری کیا حاجات ہیں۔ آپ امیرالمومنین ہیں۔"

آج کا بادشاہ ہوتا تو ایسے شخص کو حکم عدولی کے الزام میں پھانسی دے دیتا' مگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ساری رعیت کا جائزہ لیا اور حاجت مندوں کے گھر پہنچایا۔ آخر یہ تہذیب کہاں سے آئی...؟ آپ سمجھیں! پورے مجمع اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر اس تعلیمِ نبوی ﷺ کا اثر ہے۔

(مجالسِ مفتیٔ اعظمؒ' ص: 110-111)

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کی دینی تعلیمی
اور رفاہی خدمات کی جائزہ رپورٹ

اخبار السلام

مئی 2018ء بمطابق شعبان المعظم 1439ھ

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ نے اہلِ خیر کے تعاون سے شام کے مظلومین کے لیے 30 ایمبولینسیں عطیہ کیں

ترک رفاہی اداروں آفاد ٹی آر سی اور دیانت فاؤنڈیشن کے ذریعے بالترتیب 10، 15 اور 5 ایمبولینسیں بھیجی گئیں

کراچی (پ ر) بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ نے پاکستان کے اہلِ خیر کے تعاون سے شام کے مظلوم مسلمان بھائی بہنوں کے لیے تیس ایمبولینسیں عطیہ کی ہیں، تیس ایمبولینسوں کی یہ کھیپ اپیل کے چند ہی دنوں میں تیار ہو گئی، تمام ایمبولینسیں دبئی میں تیار ہوئی ہیں، اور سب انتہائی اعلیٰ معیار کی ہیں، ابتدائی طبّی امداد کے لیے آکسیجن سلنڈر سے لے کر تمام ضروری سامان اور آلات نصب کیے گئے ہیں، یہ ایمبولینسیں اس ترتیب سے اہلِ شام کے کے لیے ترک رفاہی اداروں کے حوالے کی گئی ہیں۔ آفاد کے ذریعے 10 ایمبولینسیں، ٹی آر سی کے ذریعے 10 جب کہ دیانت فاؤنڈیشن کے ذریعے 5

بیت السلام کے عطیہ کردہ مزید 200 خیمے ٹی آر سی نے نصب کر دیے ہیں

کراچی (پ ر) ترکی کے سرحدی علاقوں کے علاوہ شام کے محفوظ علاقوں میں مظلوم شامی مسلمان بھائیوں کی متعدد بستیاں بسانے میں بیت السلام ترک رفاہی اداروں کے پہلو بہ پہلو شریک ہے۔ حال ہی میں الغوطہ اور گرد و نواح میں شدید بمباری اور تازہ مظالم سے متاثر ہونے والے زخمیوں اور بے گھروں کے لیے بیت السلام کے عطیہ کردہ 200 خیمے ٹی آر سی نے نصب کیے ہیں، یہ خیمے خاص طور پر ان زخمیوں اور بے گھر افراد کے لیے لگائے ہیں جو زخمی ہونے کی وجہ سے یا مناسب موقع اور سہولت نہ ہونے کی وجہ سے لمبے سفر سے پہلے کچھ آرام اور سستانے کے لیے فوری طبّی امداد اور آرام کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔

بیت السلام فوڈ بنک مستحقین کو گھر کی دہلیز تک کھانا پہنچانے کا مشن جاری و ساری ہے

کراچی، تلہ گنگ، فیصل آباد اور اسلام آباد میں ہر ماہ ہزارہا افراد کو کھانا کھلایا جاتا ہے، کئی علاقوں میں ہزاروں کلو راشن بھی تقسیم کیا جا چکا ہے

کراچی (پ ر) بیت السلام فوڈ بنک کا غریب اور مستحق خاندانوں تک پکا پکایا کھانا پہنچانے کا سلسلہ جاری و ساری ہے، کراچی کے ساتھ ساتھ تلہ گنگ، فیصل آباد اور اسلام آباد میں بھی غریب بستیوں اسپتالوں اور مسافروں تک کھانا پہنچایا جاتا ہے، کھانے کے علاوہ پکی پکائی اور بنی بنائی متعدد چیزیں تقسیم کی جاتی ہیں، نیز کئی علاقوں میں آٹے اور گھی / تیل کے تھیلے بھی تقسیم کیے جاتے ہیں، ہر ماہ ہزاروں افراد تک یہ کھانا پہنچتا ہے، جب کہ ہزاروں کلو کچا راشن بھی تقسیم کیا جا چکا ہے۔

پسماندہ علاقوں کے تعلیمی اداروں کے 13 ہزار غریب طلبہ میں کپڑے تقسیم کیے گئے

چاروں صوبوں اور شمالی علاقہ جات کے انتہائی پسماندہ علاقوں میں قائم مکاتب قرآنیہ کے اساتذہ کے توسط سے یہ کپڑے دیے گئے

کراچی (پ ر) بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کے زیرِ اہتمام و انتظام ملک بھر میں قائم مکاتبِ قرآنیہ کے اساتذہ کے توسط سے پسماندہ اور انتہائی دور افتادہ علاقوں کے سینکڑوں تعلیمی اداروں میں زیر تعلیم غریب طلبہ میں کپڑے تقسیم کیے گئے، جن طلبہ میں یہ کپڑے تقسیم کیے گئے ہیں، ان کی تعداد تقریباً 13 ہزار بن رہی ہے۔

J.
FRAGRANCES
Generation
Feel the Rush
GENERATION
J.
Shop online at www.junaidjamshed.com
J.Fragrances
J.JunaidJamshed
FragrancesJ
J.Fragrances

Brighto
Inspired by Nature
Brighto
AllColor
Antiqua
Polish Plaster
Silky Smooth
Perlata
Luxury Magnified
Velvet
Revisiting
the Classic Age
Perlex
Majestic Walls
Brighto
Décor assumes a different meaning with Brighto Special Coatings.
They give your living space a prestigious decorative finish by creating
a world of beauty, luxury and sophistication.
brighto.paints | Toll Free 08000-1973 | BrightoPaintsPK | www.brightopaints.com
Brighto
PAINTS